02

ماہنامہ

موازنۂ مذاہب

ISSN 2049 1131

جلد 14 شمارہ 02 تبلیغ 1404 ہجری شمسی، شعبان 1446 ہجری قمری بمطابق فروری 2025ء

- عکس پیشگوئی مصلح موعود از ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ 1886ء
- حضرت مصلح موعودؓ کا ذکر یہودی اور مسیحی صحائف میں
- قرآن شریف بائبل کی نقل ہے؟ (نعوذ باللہ)
- کیا فرعون موسیٰؑ فی الحقیقت ڈوب کر مرا تھا؟
- حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر مشہور بہ ''سبز اشتہار''
- ایک مشہور دہریہ Richard Dawkins کے اعتراضات کے جواب

Editor
Mahfooz Ur Rehman

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جان و دلم فدای جمال محمد است | خاکم نثار کوچہ آل محمد است
دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش | در ہر مکان ندائی جمال محمد است
این چشمہ روان کہ بخلق خدا دہم | یک قطرہ ز بحر زلال محمد است
این آتشم ز آتش مہر محمدیست | واین آب من ز آب زلال محمد است

رسالہ سراج منیر مشتمل بر نشانہای رب قدیر

یہہ رسالہ اس احقر (مؤلف براہین احمدیہ) نے اس غرض سے تالیف کرنا چاہا ہی کہ تا منکرین حقیت اسلام و مکذبین رسالت حضرت خیر الانام علیہ و آلہ الف الف سلام کی آنکھون کے آگے ایک ایسا چمکتا ہوا چراغ رکھا جائے جسکی ہر ایک سمت سی گوہر آبدار کیطرح روشنی نکل رہی ہے اور بڑی بڑی پیشگویون پر جو ہنوز وقوع مین نہین آئین مشتمل ہے چنانچہ خود خداوند کریم جلشانہ و عزاسمہ نے جسکو پوشیدہ بہیدون کی خبر ہے اس ناکارہ کو بعض **اسرار مخفیہ** و اخبار غیبیہ پر مطلع کرکے بار عظیم سے سبکدوش فرمایا حقیقت مین اُسیکا فضل ہے اور اُسیکا کام جس نے چارطرفہ کشاکش مخالفون و موافقون سی اس ناچیز کو مخلصی بخشی ع قصہ کوتاہ کرد ورنہ دردسر بسیار بود ٭ اب یہہ رسالہ قریب الاختتام ہی اور انشاء اللہ القدیر صرف چند ہفتون کا کام ہے اور اس رسالہ مین تین قسم کی پیشگویان ہین **اول** وہ پیشگویان کہ جو خود اس احقر کی ذات سی تعلق رکھتی ہین یعنی جو کچہہ راحت یا رنج یا حیات یا وفات اس ناچیز سے متعلق ہی یا جو کچہہ تفضلات و انعامات الہیہ کا وعدہ اس ناچیز کو دیا گیا ہے وہ اُن پیشگویون مین مندرج ہے **دوسری** وہ پیشگویان جو بعض احباب یا عام طور پر کسی ایک شخص یا بنی نوع سی متعلق ہین اور ابہی اُنمین سی ابہی کچہہ کام باقی ہے اور اگر خدا تعالی نے چاہا تو وہ بقیہ بہی طے ہو جائیگا **تیسری** وہ پیشگویان جو مذہب غیر کے پیشواؤن یا واعظون یا ممبرون سے تعلق رکہتی ہین اور اس قسم مین ہمنے صرف بطور نمونہ چند نامی **آریہ** صاحبون اور چند قادیان کے ہندوؤن کو لیا ہے جنکی نسبت مختلف قسم کی پیشگویان ہین کیونکہ اونہین مین آجکل نئی نئی تیزی اور انکار اشد پایا جاتا ہی اور ہمین اس تقریب پر یہہ بہی خیال ہے کہ خداوند کریم ہماری محسن گورنمنٹ انگلشیہ کو جسکی احسانات سی ہمکو بتمامتر فراغت و آزادی گوشہ خلوت میسر و کنج امن و آسائش حاصل ہے ظالمون کے ہاتھہ سے اپنی حفظ و حمایت مین رکہی اور روس منحوس کو اپنی سرگردانیون مین محبوس و معکوس و مبتلا کرکے ہماری گورنمنٹ کو فتح و نصرت نصیب کرے تاہم وہ بشارتین بہی (اگر ملجائین) اس عمدہ موقعہ پر درج رسالہ کرین انشاء اللہ تعالی اور چونکہ پیشگویان کوئی اختیاری بات نہین ہی تا ہمیشہ اور ہر حال مین خوشخبری پر دلالت کرین اسلئے بانکسار تمام اپنے موافقین و مخالفین کی خدمت مین عرض کرتے ہین کہ اگر وہ کسی پیشگوئی کو اپنی نسبت ناگوار طبع (جیسی خبر موت فوت یا کسی اور مصیبت کے نسبت) پاوین تو اس بندہ ناچیز کو معذور تصور فرماوین بالخصوص وہ صاحب جو بباعث مخالفت و مغایرت مذہب اور بوجہ نامحرم اسرار ہونیکی حسن ظن کیطرف بمشکل رجوع کر سکتے ہین جیسے منشی **اندرمن** صاحب مرادآبادی و پنڈت **لیکہرام** صاحب پشاوری و غیرہ جنکی قضا و قدر کے متعلق غالباً اس رسالہ مین بقید

تفصیلی مضمون کے لئے دیکھیں رسالہ کا صفحہ نمبر 11

ماہنامہ موازنۂ مذاہب

جلد 14 شمارہ 02 تبلیغ 1404 ھجری شمسی، شعبان 1446 ھجر ی قمری بمطابق **فروری** 2025ء

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	ارشاد باری تعالیٰ : ایک عظیم بیٹے کی بشارت	2
2	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم : مسیح موعودؑ کی عظیم الشان اولاد ہو گی	4
3	ایک عظیم الشان پیشگوئی مصلح موعود اوراس کا مصداق : کلام الامام امام الکلام	6
4	عکس پیشگوئی مصلح موعود از ضمیمہ اخبار ریاض ہند امر تسر مطبوعہ یکم مارچ 1886ء	11
5	پیشگوئی مصلح موعود کے حوالہ سے چند لوگوں کی گواہیاں : امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	13
6	کتب مقدسہ میں ؛بشارات احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ رحمت عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم: از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ	28
7	حضرت مصلح موعودؓ کا ذکر یہودی اور مسیحی صحائف میں: مرسلہ ایچ۔ایم۔ظفر	37
8	حضرت مصلح موعودؓ کے چند پُر شوکت بیانات: مرتبہ ابوعبداللہ	41
9	ایک اعتراض کا جواب؛ کیا قرآن شریف بائبل کی نقل ہے ؟(نعوذ باللہ) : ایم۔ناصر	56
10	کیا فرعون موسیٰؑ فی الحقیقت ڈوب کر مر ا تھا؟ : ایس۔اے۔قادر	62
11	تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعودؑ؛ حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر مشہور بہ ”سبز اشتہار“: اے۔رحمان	77
12	ایک مشہور دہریہ Richard Dawkins کے اعتراضات کے جواب؛ کائنات کا وجود اور نظام: وسیمہ اُپل(آسٹریلیا)	85

پبلشرز : Additional Wakalat Tasneef

Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, GU9 9PS UK
office@tasneef.co.uk

رسالہ کے حصول کے لئے اس کے پبلشر سے مندرجہ بالا ایڈریس پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

یقیناً ہم تجھے ایک عظیم بیٹے کی بشارت دیتے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ

یٰزَکَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ ۣاسۡمُہٗ یَحۡیٰی ۙ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِیًّا۔(المریم: 8)

اے زکریا! یقیناً ہم تجھے ایک عظیم بیٹے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہو گا۔ ہم نے اس کا پہلے کوئی ہمنام نہیں بنایا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”قرآن شریف اپنے زبردست ثبوتوں کے ساتھ ہمارے دعوے کا مصدّق اور ہمارے مخالفین کے اوہام باطلہ کی بیخ کنی کر رہا ہے اور وہ گذشتہ نبیوں کے واپس دنیا میں آنے کا دروازہ بند کرتا ہے۔ اور بنی اسرائیل کے مثیلوں کے آنے کا دروازہ کھولتا ہے۔ اُسی نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے۔ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ **اس دعا کا ماحصل کیا ہے یہی تو ہے کہ ہمیں اے ہمارے خدا نبیوں اور رسولوں کا مثیل بنا۔**

اور پھر حضرت یحییٰ کے حق میں فرماتا ہے: لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِیًّا یعنی یحییٰ سے پہلے ہم نے کوئی اس کا مثیل دنیا میں نہیں بھیجا جس کو باعتبار ان صفات کے یحییٰ کہا جائے **یہ آیت ہماری تصدیق بیان کے لئے اشارۃ النص ہے۔**

کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اس جگہ آیت موصوفہ میں قبل کی شرط لگائی بعد کی نہیں لگائی تا معلوم ہو کہ **بعد میں اسرائیلی نبیوں کے ہم ناموں کے آنے کا دروازہ کھلا ہے** جن کا نام خدائے تعالیٰ کے نزدیک وہی ہو گا جو اُن نبیوں کا نام ہو گا جن کے وہ مثیل ہیں یعنی جو مثیل موسیٰ ہے اس کا نام موسیٰ ہو گا اور **جو مثیل عیسیٰ ہے اس کا نام عیسیٰ یا ابن مریم ہو گا۔**

اور خدائے تعالیٰ نے اس آیت میں سَمِی کہا مثیل نہیں کہا تا معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ جو شخص کسی اسرائیلی نبی کا مثیل بن کر آئے گا وہ مثیل کے نام سے نہیں پکارا جائے گا بوجہ انطباق کلّی اسی نام سے پکارا جائے گا جس نبی کا وہ مثیل بن کر آئے گا۔"

("ازالہ اوہام" روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 390,389 تصنیف حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ بانئ جماعت احمدیہ علیہ السلام)

مسیح موعودؑ کی عظیم الشان اولاد ہو گی

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”یَنْزِلُ عِیسَی ابنُ مَرْیَمَ اِلَی الأَرْضِ. فَیَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ۔“

(”مشکاۃ المصابیح“ کتاب الفتن باب نزول عیسیٰؑ الفصل الثالث حدیث 5508)(الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ، لابن جوزی الجزء الاوّل، ابواب بعثہ وحشرہ ...)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ ابن مریم جب زمین پر نزول فرما ہوں گے تو شادی کریں گے اور اُن کی اولاد ہو گی۔

اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

قَدْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَسِیْحَ الْمَوْعُوْدَ یَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ۔ فَفِی ھٰذَا اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ اللّٰہَ یُعْطِیْہِ وَلَدًا صَالِحًا یُّشَابِہُ اَبَاہُ وَلَا یَأْبَاہُ وَ یَکُوْنُ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ الْمُکْرَمِیْنَ۔

(”آئینہ کمالات اسلام“ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 578 حاشیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے اور اُن کے ہاں اولاد ہو گی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا نیک بیٹا عطا کرے گا جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ کے مشابہ ہو گا نہ کہ مخالف، اور وہ اللہ کے معزز بندوں میں سے ہو گا۔

(سوانح فضل عمرؓ جلد اوّل تصنیف حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 66,65)

ایک اور مقام پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا:

”یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہو گی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہو گا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں خبر آچکی ہے۔“

(”حقیقۃ الوحی“ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 325)

مِشْكَاةُ الْمَصَابِيح

لِأَبِي عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْخَطِيبِ التَّبْرِيزِي
تُوُفِّيَ سَنَة ٧٤١ هـ

الفصل الثالث

٥٥٠٨ ــ عن عبدِ الله بن عمرو، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «ينزلُ عيسى ابن مريمَ إلى الأرض، فيتَزوَّجُ، ويولدُ له، ويمكثُ خمساً وأربعينَ سَنةً، ثمَّ يموتُ فيُدْفَنُ معي في قبري، فأقومُ أنا وعيسى ابن مريمَ في قبرٍ واحدٍ بينَ أبي بكرٍ وعمرَ». رواه ابنُ الجوزي في «كتاب الوفاء».

الوَفَا

بأحوال المصطفى ﷺ

لِلإمَامِ أبِي الفَرَجِ عَبْدِ الرَّحْمٰن بْنِ الجَوْزِي

الباب الثاني

في حشر عيسى ابن مريم مع نبينا ﷺ

□ عن عبدِ اللّهِ بنِ عمرو قال: قال رسولُ اللّهِ ﷺ: «ينزل عيسى ابنُ مريم إلى الأرض فيتزوج ويولد له، ويمكث خمساً وأربعين سنة، ثم يموت فيدفن معي في قبري، فأقوم أنا وعيسى ابن مريم من قبر واحد بين أبي بكرٍ وعمر»

کلام الامام امام الکلام

ایک عظیم الشان پیشگوئی ”مصلح موعود“

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ جماعت احمدیہ مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”بِاِلْهَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاِعْلَامِهٖ عَزَّوَجَلَّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَانُهٗ وَعَزَّ اِسْمُهٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔

خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر

ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عَنْمَوَائِیْل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔

فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ۔ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

(''آئینہ کمالات اسلام'' روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

پیشگوئی مصلح موعود اور اس کا مصداق

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ جماعت احمدیہ مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”خدائے تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذریّت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی۔ وہ آسمان سے اُترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور اُن کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقیّد ہیں رہائی دے گا۔ فرزند دلبند گرامی و ارجمند مظہر الحق و العلاء کانّ اللہ نزل من السماء۔“

(”ازالہ اوہام“ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 180)

”مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اُس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہتا ... کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا......“

(”سبز اشتہار“ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 467 حاشیہ)

”پھر ایک اور نشان یہ ہے جو یہ تین لڑکے جو موجود ہیں ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ **محمود** جو بڑا لڑکا ہے اس کی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی معہ محمود کے نام کے موجود ہے جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارے میں شائع کیا گیا تھا۔ جو رسالہ کی طرح کئی ورق کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے۔“ (”ضمیمہ انجام آتھم“ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 299)

”پانچویں پیشگوئی مَیں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اَب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔“ (”سراجِ منیر“ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 36)

”میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ **محمود**۔ تب میں نے اِس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا۔ جس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر 1888ء ہے اور یہ اشتہار مورخہ یکم دسمبر 1888ء ہزاروں آدمیوں میں شائع کیا گیا اور اب تک اس میں سے بہت سے اشتہارات میرے پاس موجود ہیں۔“ (”تریاق القلوب“ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 214)

”محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارے میں اشتہار دہم جولائی 1888ء میں اور نیز اشتہار یکم دسمبر 1888ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا اور یہ اشتہار محمود کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ چنانچہ اب تک ہمارے مخالفوں کے گھروں میں صدہا یہ سبز رنگ اشتہار پڑے ہوئے ہوں گے۔ اور ایسا ہی دہم جولائی 1888ء کے اشتہار بھی ہر ایک کے گھر میں موجود ہوں گے۔ پھر جب

کہ اِس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو۔ تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے 12 جنوری 1889ء کو مطابق 9 جمادی الاوّل 1306ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔ اور اس کے پیدا ہونے کی میں نے اس اشتہار میں خبر دی ہے جس کے عنوان پر ''تکمیل تبلیغ'' موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے جس میں بیعت کی دس شرائط مندرج ہیں۔ اور اس کے صفحہ 4 میں یہ الہام پسر موعود کی نسبت ہے:

اے فخر رُسل قُربِ تو معلومم شد دیر آمدۂ زراہ دُور آمدۂ''

(کہ اے رسولوں کے فخر تیرا خدا کے نزدیک مقامِ قرب مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ تو دیر سے آیا ہے اور دور کے راستے سے آیا ہے۔) (''تریاق القلوب'' روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 219)

''ایسا ہی جب میرا لڑکا فوت ہو گیا تو نادان مولویوں اور ان کے دوستوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں نے اس کے مرنے پر بہت خوشی ظاہر کی اور بار باراُن کو کہا گیا کہ 20 فروری 1886ء میں یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے۔ پس ضرور تھا کہ کوئی لڑکا خورد سالی میں فوت ہو جاتا۔ تب بھی وہ لوگ اعتراض سے باز نہ آئے۔ تب خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے لڑکے کی مجھے بشارت دی۔ چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم ستمبر 1888ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہو گا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری 1889ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترھویں سال میں ہے۔''

(''حقیقۃ الوحی'' روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 374,373)

عکس پیشگوئی مصلح موعود از ضمیمہ اخبار ریاض ہند امر تسر مطبوعہ یکم مارچ 1886ء

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 22 جنوری 1886ء کو ہوشیار پور کا سفر اختیار کیا اور چلّہ کشی کی جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ترقی اور بہت سی بشارات آپؑ کو دیں۔ چنانچہ آپؑ نے اپنے قلم سے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار "رسالہ سراجِ منیر بر نشانہائے ربّ قدیر" کے نام سے تحریر فرمایا، جو اخبار ریاضِ ہند امرتسر یکم مارچ 1886ء میں بطورِ ضمیمہ شائع ہوا۔ قارئین کے لئے اس اشتہار کا عکس پیش خدمت ہے:۔

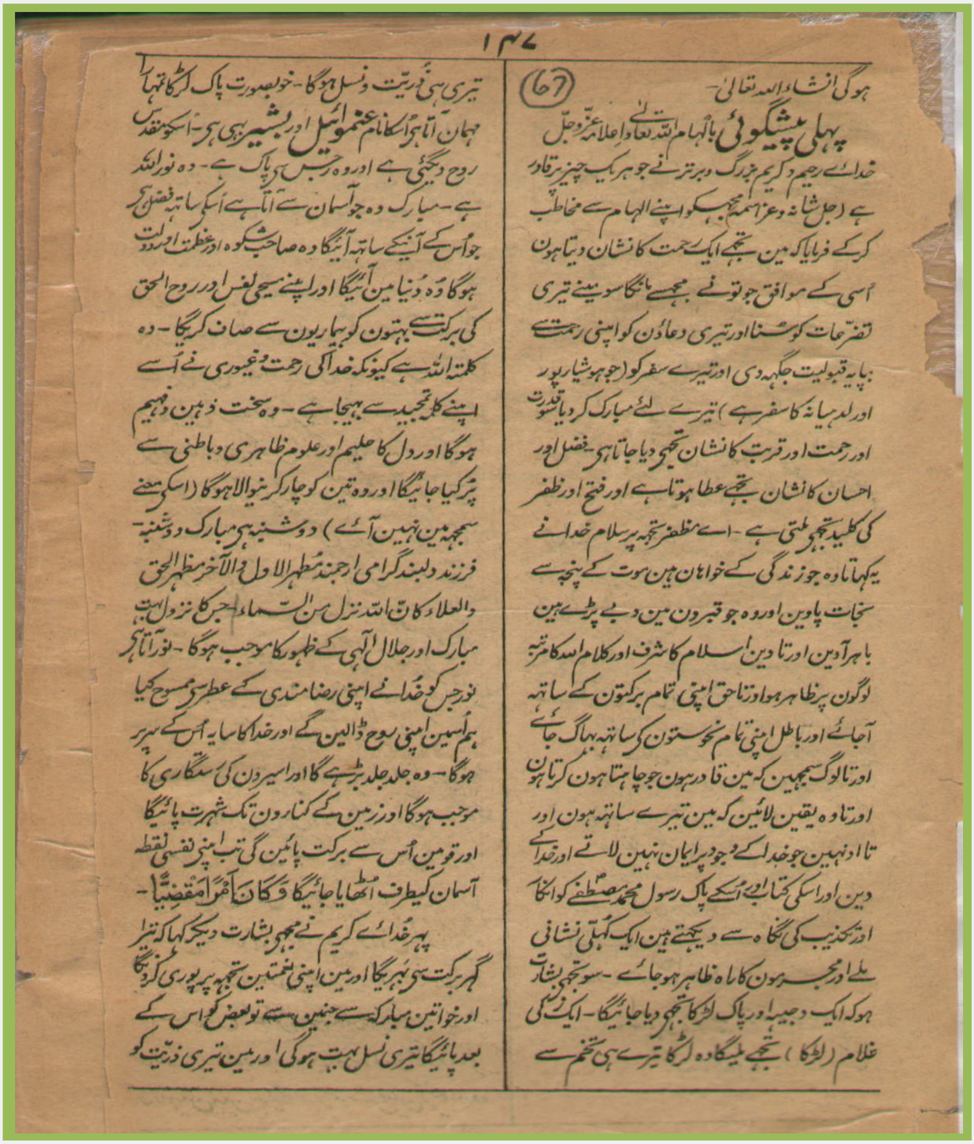

۱۴۷

(67)

ہو گی انشاءاللہ تعالیٰ۔

پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہٖ عزّ و جلّ

خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ و عزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مین تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہون اُسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا سو مینے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤن کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدہیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہان ہین موت کے پنجہ سے نجات پاوین اور وہ جو قبرون مین دبے پڑے ہین باہر آوین اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگون پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتون کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستون کے ساتھہ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھین کہ مین قادر ہون جو چاہتا ہون کرتا ہون اور تا وہ یقین لائین کہ مین تیرے ساتھہ ہون اور تا اُنہین جو خدا کے وجود پر ایمان نہین لاتے اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اسکے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہین ایک کہلی نشانی ملے اور مجرمون کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائیگا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملیگا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اسکا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اسکو مقدس روح دیگئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اُسکے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنیکے ساتھ آئیگا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا وہ دُنیا مین آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتون کو بیماریون سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہو گا (اسکے معنے سمجھہ مین نہین آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَأَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال آلٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہم اُسمین اپنی روح ڈالین گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑہے گا اور اسیرون کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کنارون تک شہرت پائیگا اور قومین اُس سے برکت پائین گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائیگا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا۔

پھر خدائے کریم نے مجھے بشارت دیکر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھریگا اور مین اپنی نعمتین تجھ پر پوری کرونگا اور خواتین مبارکہ سے جنمین سے تو بعض کو اس کے بعد پائیگا تیری نسل بہت ہو گی اور مین تیری ذرّیت کو

بہت بڑھاؤنگا اور برکت دونگا مگر بعض اُنمین سے کم عمری مین فوت بھی ہونگے اور تیری نسل کثرت سے ملکون مین پھیل جائیگی اور ہر یک شاخ تیری جدّی بھائیون کی کاٹی جائیگی اور وہ جلد لا ولد رہکر ختم ہو جائیگی۔ اگر وہ توبہ نہ کرینگے تو خدا اُنپر بلا پر بلا نازل کریگا یہانتک کہ وہ نابود ہو جائینگے اون کے گہر بیوون سے بہر جائینگے اور اُن کی دیوارون پر غضب نازل ہوگا لیکن اگر وہ رجوع کرینگے تو خدا رحم کے ساتھہ رجوع کریگا۔ خدا تیری برکتین اردگرد پھیلائیگا اور ایک اُجڑا ہوا گہر تجھہ سے آباد کریگا۔ اور ایک ڈراتا گہر برکتون سے بہر دیگا۔ تیری ذریّت منقطع نہین ہوگی اور آخری دنون تک سرسبز رہیگی۔ خدا تیرے نام کو اُس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھہ قایم رکھیگا اور تیری دعوت کو دنیا کے کنارون تک پہنچا دیگا۔ مین تجھے اُٹھاؤنگا اور اپنی طرف بلاؤنگا پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہین اُٹھیگا اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر مین لگے ہوئے ہین اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال مین ہین وہ خود ناکام رہینگے اور ناکامی اور نامرادی مین مرینگے لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کریگا اور تیری ساری مرادین تجھے دیگا۔ مین تیرے خالص اور دلی محبون کا گروہ بھی بڑھاؤنگا اور انکے نفوس و اموال مین برکت دونگا اور اُنمین کثرت بخشونگا اور وہ مسلمانون کے اُس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہینگے جو حاسدون اور معاندون کا گروہ ہے خدا اُنہین نہین بھولیگا اور فراموش نہین کریگا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائینگے۔ تو مجھہ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل* (یعنی ظلی طور پر اُن سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھہ سے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تو مجھہ سے اور مین تجھہ سے ہون اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہون اور امیرون کے دلون مین تیری محبت ڈالیگا یہانتک کہ وہ تیرے کپڑون سے برکت ڈھونڈینگے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو اگر تم میرے بندہ کی نسبت شک مین ہو اگر تمہین اُس فضل و احسان سے کچھہ انکار ہے جو ہمنے اپنے بندہ پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو اور اگر تم پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکوگے تو اُس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانون اور جھوٹون اور حد سے بڑھنے والون کے لئے تیار ہے فقط

حاشیہ اُمتی کا کمال یہی ہے کہ اپنے نبی متبوع سے بلکہ تمام انبیاء متبوعین علیہم السلام سے مشابہت پیدا کرے یہی کامل اتباع کی حقیقت اور علت غائی ہے جس کے لئے سورہ فاتحہ مین دعا کرنیکے لئے ہم لوگ مامور ہین بلکہ یہی انسان کی فطرت مین تقاضا پایا جاتا ہے اور اسیوجہ مسلمان لوگ اپنی اولاد کے نام بطور تفاؤل عیسیٰ داؤد موسیٰ یعقوب محمد وغیرہ انبیاء علیہم السلام کے نام پر رکھتے ہین اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ تا وہی اخلاق و برکات بطور ظلی انمین بھی پیدا ہو جائین منہ

راقم

خاکسار غلام احمد (مولف براہین مولف براہین احمدیہ) ازمقام ہوشیارپور

طویلہ شیخ مہر علی صاحب رئیس ۲۰ فروری سنہ ۱۸۸۶ء

کلام الامام

پیشگوئی مصلح موعود کے حوالہ سے انصاف پسند لوگوں کی گواہیاں

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آج میں پیشگوئی مصلح موعود کے بعض پہلوؤں کا ذکر کروں گا۔ جیسا کہ ہر احمدی جانتا ہے اور ہر سال اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر جلسے بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔ یہ 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک مختلف صفات کے حامل بیٹے کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی لیکن اس بارے میں بیان کرنے سے پہلے میں بچوں اور بعض نوجوانوں کو بھی اس سوال کا جواب دینا چاہتا ہوں، پہلے بھی کئی دفعہ دے چکا ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ جب ہم سالگرہ نہیں مناتے تو حضرت مصلح موعودؓ کی سالگرہ کیوں منائی جاتی ہے؟

اس بارے میں واضح ہو جیسا کہ میں نے کہا میں کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں کہ **مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی پیدائش کی سالگرہ نہیں منائی جاتی بلکہ پیشگوئی کے پورا ہونے پر جلسے کیے جاتے ہیں۔**

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش تو 12 جنوری 1889ء کی ہے۔ دوسرے جن گھروں میں یہ ذکر نہیں ہوتا وہاں خود والدین کو پڑھ کر بچوں کو بتانا بھی چاہیے، سمجھانا بھی چاہیئے کہ پیشگوئی مصلح موعود کیا ہے۔ یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے جو پہلے نوشتوں کے مطابق جن کی پہلے انبیاء نے بھی خبر دی اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ اعلان کرنے کا فرمایا تھا۔

یہ ایک لمبی پیشگوئی ہے اس کا شروع کا حصہ میں بیان کر دیتا ہوں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزو جل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہ وعزاسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں" یعنی خدا کہتا ہے میں قادر ہوں۔ "اور جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت اور نسل ہو گا۔" اور پھر آگے اس پیشگوئی میں اس لڑکے کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں جن میں سے بعض کا، ایک دو کا میں ذکر کر دیتا ہوں۔ فرمایا "...وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا... علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔" پھر فرمایا "وہ...اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔"

("آئینہ کمالات اسلام" روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 647)

یہ اس لمبی پیشگوئی کی چند باتیں ہیں۔ اور پھر ہم نے دیکھا کہ اس مدت کے اندر جو اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر آپؑ نے دی تھی وہ لڑکا پیدا ہوا اور پیشگوئی کے تمام حصوں کا مصداق بنا جن کی تعداد پچاس، باون بنتی ہے۔ بہر حال جیسا کہ میں نے کہا میں نے تو یہ دو تین باتیں ہی اس پیشگوئی کی لی ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی باون سالہ خلافت کے دَور کا ہر دن اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی شان کا اظہار کر رہا ہے۔ اب کوئی نہ ماننے والا ہمارا مخالف یہ کہہ سکتا ہے کہ احمدی تو اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی دلیل دیں گے ہی، وہ تو کہتے ہی رہیں گے کہ پیشگوئی پوری ہوگئی لیکن کوئی ٹھوس دلیل پیش کرو۔ تو یہ ایسے معترضین کی ڈھٹائی ہے ورنہ

حضرت مصلح موعودؓ کے دَور میں جماعت احمدیہ کی ترقی کا ہر دن جیسا کہ میں نے کہا اس کی روشن دلیل ہے۔ بہر حال جن باتوں کا پیشگوئی کے حوالے سے میں نے ذکر کیا ہے اس بارے میں ایسے انصاف پسند لوگوں کی گواہیاں پیش کرتا ہوں جن کا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور برصغیر میں وہ جانی پہچانی شخصیتیں ہیں۔

پیشگوئی کے الفاظ ہیں ذہین و فہیم ہو گا۔ غیر از جماعت مولانا غلام رسول صاحب مہر کی گواہی:

چنانچہ مولانا غلام رسول صاحب مہر ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ یعنی مولانا غلام رسول صاحب 1885ء میں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ایک محقق، مصنف، ادیب، صحافی اور مؤرخ تھے۔ روزنامہ زمیندار سے منسلک رہے۔ بعد میں مولانا عبد المجید سالک کے ساتھ مل کر اخبار انقلاب لاہور سے جاری کیا۔ 20 اور 25 دسمبر 1966ء کو شیخ عبد الماجد صاحب آف لاہور مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوران گفتگو حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق مولانا غلام رسول مہر صاحب نے بتایا کہ آپ لوگوں کی کسی کتاب میں اس عظیم الشان انسان کے کارناموں کی مکمل آگاہی نہیں ملتی۔ ہم نے انہیں قریب سے دیکھا ہے۔

کئی ملاقاتیں کی ہیں۔ پرائیویٹ تبادلہ خیالات کیا ہے۔ مسلم قوم کے لیے تو ان کا وجود سراپا قربانی تھا۔ پھر کہنے لگے کہ ایک دفعہ مجھے راتوں رات قادیان جا کر حضرت صاحب سے مشورہ کرنا پڑا۔ وہ سفر اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ انسانیت کے لیے اس شخص کے دل میں بڑا درد تھا۔ یعنی حضرت مصلح موعودؓ کے دل میں بڑا درد تھا۔ اور جہاں کہیں مسلم قوم کی بہتری اور بہبودی کا معاملہ درپیش ہوتا آپ کی قابل عمل تجاویز ہمارا حوصلہ بڑھانے کا موجب بنتیں۔ ایسے مواقع پر آپ کا رُواں رُواں قومی درد سے تڑپ اٹھتا تھا۔ فرقہ بازی کا تعصّب میں نے اس وجود میں نام کو نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب بلا کے ذہین تھے۔

پیشگوئی کے الفاظ ہیں ذہین و فہیم ہو گا۔ غیر از جماعت بھی اس کی گواہی دے رہا ہے۔

پھر سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگے کہ میں نے پاک و ہند میں سیاسی نہ مذہبی لیڈر ایسا دیکھا ہے جس کا دماغ پریکٹیکل پالیٹکس میں ایسا کام کرتا ہے جیسا مرزا صاحب کا دماغ کام کرتا تھا۔ بے لوث مشورہ، واضح تجویز اور پھر صحیح خطوط پر لائحہ عمل یہ ان کی خصوصیت تھی۔ مجھے ان کی وفات پر بڑا صدمہ ہوا۔ کہنے لگے میں نے اسماعیل صاحب پانی پتی کو تعزیت کا خط بھیجا ہے۔ اس خط میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وہ حضرت صاحب سے متعلقہ تعزیتی فقرات کو شائع بھی کرا سکتے ہیں۔

پھر کہتے ہیں افسوس! مسلمانوں نے مرزا صاحب کی قدر نہیں کی۔ سخت مخالفت کی آندھیوں کے باوجود میں

نے مرزا صاحب کو کبھی افسردہ اور سرد مہر نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب کے دل کی شمع ہمیشہ روشن رہی۔

ہم یاس و افسردگی کی تصویر بنے ان سے ملاقات کے لیے جاتے اور جب باہر آتے تو یوں معلوم ہوتا کہ ناامیدی کے بادل چھٹ گئے ہیں اور مقصد میں کامیابی سامنے نظر آرہی ہے۔ وزنی دلیل دیتے اور قابل عمل بات کرتے اور پھر اسی پر بس نہیں ہر نوع کی قربانی اور تعاون کی پیشکش بھی ساتھ ہوتی جس سے ہم میں جرأت اور حوصلہ کے جذبات پیدا ہوتے۔

(ماخوذ از ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعودؓ نمبر جون جولائی 2008ء صفحہ 325،326)

حضرت مصلح موعودؓ کے ایک لیکچر کا جناب لالہ کنور سین صاحب پر اثر:

پھر جناب لالہ کنور سین صاحب سابق چیف جج کشمیر آپؓ کے بارے میں ان کا ایک اظہار خیال ہے۔ لالہ کنور سین صاحب لالہ بھیم سین صاحب کے فرزند تھے۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تقریر ”عربی زبان کا مقام اَلْسِنَہ عَالَم میں“ اور صاحب صدر کے شکریہ کے بعد خاص طور پر شکر گزاری کے جذبات سے لبریز انگریزی میں ایک مؤثر تقریر فرمائی جس کا مفہوم یہ تھا، (حضرت مصلح موعودؓ کا ایک لیکچر تھا اس کو سننے کے بعد کہا)

کہ آج قابل لیکچرر نے زبانِ عربی کی فضیلت پر جو دلچسپ اور معرکۃ الآراء تقریر کی ہے، اسے سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اور اس لحاظ سے بھی مجھے خوشی ہے کہ ذاتی طور پر میرے آپ سے تعلقات ہیں۔ چنانچہ ان کے والد ماجد سے میرے والد صاحب نے عربی سیکھی تھی۔ لالہ صاحب کے والد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عربی سیکھی تھی۔ کہتے ہیں جب میں لیکچر سننے کے لیے آیا تو اس وقت میں نے خیال کیا کہ مضمون اس رنگ میں بیان کیا جائے گا جس طرح پرانی طرز کے لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہنے لگے مشہور ہے کہ کسی عرب سے ایک دفعہ زبانِ عربی کی فضیلت کی وجہ دریافت کی گئی تو اس نے کہا اس کی فضیلت کی تین وجہ ہیں۔ پہلی یہ کہ میں عرب کا رہنے والا ہوں۔ یہ عربی کی فضیلت ہے۔ دوسری یہ کہ قرآنِ مجید کی زبان ہے۔ چلو یہ ماننے والی بات ہے۔ تیسرے اس لیے کہ جنت میں بھی عربی بولی جائے گی۔ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا تھا کہ شاید اس قسم کی باتیں زبانِ عربی کی فضیلت میں پیش کی جائیں گی مگر جو لیکچر دیا گیا وہ نہایت ہی عالمانہ اور فلسفیانہ شان اپنے اندر رکھتا ہے۔ میں جناب مرزا صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے ان کے لیکچر کے ایک ایک حرف کو پوری توجہ اور کامل غور کے ساتھ سنا ہے اور میں نے اس سے بہت ہی حظ اٹھایا اور فائدہ حاصل کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس لیکچر کا اثر مدتوں میرے دل پر قائم رہے گا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 181)

حضرت مصلح موعودؓ کے جوابات سُن کر ایک پادری جو اپنے آپ کو علوم کا ماہر سمجھتا تھا اسلام کی برتری کا قائل ہو کر گیا:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے پرائمری پاس بھی نہیں تھے۔ اس علم سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پُر کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور غیر بھی یہ تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔

ایک امریکی پادری کے تاثرات سنیں۔ شیخ اسماعیل صاحب پانی پتی نے بیان کیا۔ مولوی عمر الدین صاحب شملوی نے ایک دفعہ ایک واقعہ سنایا۔ کہتے ہیں کہ

حضور کے خلیفہ ہونے کے چند ماہ بعد یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ 1914ء میں خلافت پر متمکن ہوئے تو چند ماہ بعد امریکہ کا ایک بڑا پادری قادیان آیا۔ جو بڑا عالم فاضل بھی تھا اور اپنے علم و فضل پر نازاں بھی تھا۔ قادیان پہنچ کر اس نے ہم لوگوں کے سامنے چند مذہبی سوالات پیش کیے جو نہایت وقیع اور بڑے اہم تھے اور ساتھ ہی کہا کہ میں امریکہ سے چل کے یہاں تک آیا ہوں اور میں نے مسلمانوں کی ہر مجلس میں بیٹھ کر ان سوالات کو دہرایا ہے مگر آج تک مجھے مسلمانوں کا بڑے سے بڑا عالم اور فاضل ان سوالوں کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکا۔ میں یہاں ان سوالوں کو آپ کے خلیفہ صاحب کے سامنے پیش کرنے کے لیے خاص طور پر آیا ہوں۔ دیکھئے خلیفہ صاحب ان سوالوں کا کیا جواب دیتے ہیں۔

یہ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ سوالات اتنے پیچیدہ اور عجیب قسم کے تھے کہ انہیں سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت صاحب ابھی بالکل نوجوان ہیں اور الٰہیات کی کوئی باقاعدہ تعلیم بھی انہوں نے نہیں پائی۔ عمر بھی چھوٹی ہے اور واقفیت بھی بہت تھوڑی ہے، وہ ان سوالوں کے جواب ہرگز نہیں دے سکیں گے اور اس طرح سلسلہ احمدیہ کی بڑی بدنامی اور سبکی ساری دنیا میں ہو گی کیونکہ جب حضرت صاحب ان سوالوں کے جواب نہ دے سکے تو یہ امریکن پادری واپس جا کر ساری دنیا میں اس امر کا پراپیگنڈہ کرے گا کہ احمدیوں کا خلیفہ کچھ بھی نہیں جانتا اور عیسائیت کے مقابلے میں ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔ وہ صرف نام کا خلیفہ ہے ورنہ علمیت خاک بھی نہیں رکھتا۔ کہتے ہیں اس صورت حال سے میں بہت پریشان ہوا۔ میں نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ امریکن پادری حضرت صاحب سے نہ ملے اور ویسے ہی واپس چلا جائے مگر مجھے اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ امریکن اس بات پر مصر رہا کہ میں ضرور خلیفہ صاحب سے مل کر جاؤں گا۔ ناچار میں گیا اور میں نے حضرت صاحب سے کہا کہ ایک امریکن پادری آیا ہے۔ آپؓ سے کچھ سوالات

پوچھنا چاہتا ہے۔ اب کیا کریں؟ اس پر حضرت صاحب نے بغیر توقف کے اور بلا تامل فرمایا کہ بلالو اسے۔ ناچار میں اسے لے کر آ گیا۔ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دونوں کے درمیان ترجمان کہتے ہیں میں ہی تھا۔ وہ انگلش میں بول رہا تھا۔ آپؓ اردو میں جواب دے رہے تھے۔ یہ ترجمانی کر رہے تھے۔ کہتے ہیں امریکن پادری نے کچھ رسمی گفتگو کے بعد اپنے سوالات حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیے جن کا ترجمہ میں نے آپؓ کو سنا دیا۔ حضرت صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ ان سب سوالوں کو سنا اور پھر فوراً ان کے ایسے تسلی بخش جوابات دیے کہ میں سن کر حیران ہو گیا۔ مجھے ہرگز بھی یقین نہ تھا کہ ان سوالوں کے حضرت صاحب ایسے پُر معارف اور بے نظیر جواب دے سکیں گے۔ جب میں نے یہ جوابات انگریزی میں امریکن پادری کو سنائے تو وہ بھی حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ

میں نے آج تک ایسی معقول گفتگو اور ایسی مدلل تقریر کسی مسلمان کے منہ سے نہیں سنی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خلیفہ بہت بڑا اسکالر ہے اور مذاہب عالم پر اس کی نظر بڑی گہری ہے۔ یہ کہہ کر اس نے بڑے ادب سے حضرت صاحب کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور واپس چلا گیا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 163، 164)

یہ شان ہے پیشگوئی کے پورے ہونے کی۔ ایک پادری بھی جو اپنے آپ کو علوم کا ماہر سمجھتا تھا اسلام کی برتری کا قائل ہو کر گیا۔

حضرت امام جماعت احمدیہؓ نے مسلمانوں کی نہایت ضرورت کے وقت دستگیری کی ہے؛ ایک گواہی:

حضرت مصلح موعودؓ کی ایک کتاب ہے ''نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح'' اس کے متعلق ایک رائے دینے والے نے لکھا ہے کہ ''حضور کی اس بروقت راہنمائی سے مسلمانوں کے اونچے طبقے بہت ممنون ہوئے اور مسلمانوں کے سیاسی حلقوں میں اسے نہایت پسند کیا گیا اور بڑے بڑے مسلم لیڈروں نے تعریفی الفاظ میں اسے سراہا اور شکریہ ادا کیا کہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کی نہایت ضرورت کے وقت دستگیری کی ہے۔ چنانچہ کئی اصحاب نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ سے کہا کہ ''اصلی اور عملی کام تو آپ کی جماعت ہی کر رہی ہے اور جو تنظیم آپ کی جماعت میں ہے وہ اَور کہیں نہیں دیکھی جاتی'' کلکتہ کے مخلص احمدی مسٹر دولت احمد خاں صاحب بی اے ایل ایل بی جائنٹ ایڈیٹر اخبار ''سلطان'' نے تبصرہ کو بنگالی میں ترجمہ کر کے اور ایک چھوٹی سی خوبصورت کتاب کی شکل میں ترتیب دے کر شائع کیا اور اہل بنگال میں اس کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ ایک معزز تعلیم یافتہ غیر احمدی نہرو رپورٹ

پر تبصرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے سیکرٹری ترقی اسلام کے نام ایک خط میں لکھا۔ ”میری طبیعت بہت چاہتی ہے کہ حضرت خلیفہ صاحب کو دیکھوں اور ان کی زیارت کروں کیونکہ میرے دل میں ان کی بہت وقعت ہے... آپ برائے مہربانی حضرت صاحب کی خدمت میں اس احقر کا سلام عرض کر دیجئے اور یہ بھی کہہ دیجئے کہ ایک خادم کی طرف سے مبارکباد منظور فرمائیں کہ آپ نہایت خوش اسلوبی سے ایسے خطرناک حالات میں جن سے اسلام اس وقت گزر رہا ہے اس کو بچا رہے ہیں اور نہ صرف مذہبی خبر گیری کر رہے ہیں بلکہ سیاسی معاملات میں بھی مسلمانوں کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔ میں نے جناب والا کے خیالات کو نہرو رپورٹ کے متعلق پڑھا جس نے آپ کی وقعت کو میری آنکھوں میں اَور بھی بڑھا دیا اور میں جہاں آپ کو ایک زبردست مذہبی عالم سمجھتا ہوں اس کے ساتھ ہی ایک ماہر سیاستدان بھی سمجھنے لگا ہوں۔“

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 71، 72)

اخبار سیاست لاہور کا تبصرہ؛ آپ (حضرت مصلح موعودؓ) کا طرز بیان سلیس اور قائل کر دینے والا ہوتا ہے:

اخبار سیاست لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ 2 دسمبر 1930ء میں اس نے لکھا کہ:

”مذہبی اختلافات کی بات چھوڑ کر دیکھیں تو جناب بشیر الدین محمود احمد صاحب نے میدان تصنیف و تالیف میں جو کام کیا ہے وہ بلحاظ ضخامت و افادہ ہر تعریف کا مستحق ہے اور سیاست میں اپنی جماعتوں کو عام مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو چلانے میں آپ نے جس اصول عمل کی ابتدا کر کے اس کو اپنی قیادت میں کامیاب بنایا ہے وہ بھی ہر منصف مزاج مسلمان اور حق شناس انسان سے خراج تحسین وصول کر کے رہتا ہے۔

آپؓ کی سیاسی فراست کا ایک زمانہ قائل ہے اور نہرو رپورٹ کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے میں سائمن کمیشن کے روبرو مسلمانوں کا نکتہ نگاہ پیش کرنے میں مسائل حاضرہ پر اسلامی نکتہ نگاہ سے مدلل بحث کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے کی صورت میں“ یعنی دلیلوں سے بھری ہوئی کتابیں شائع کرنے کی صورت میں ”آپ نے بہت ہی قابل تعریف کام کیا ہے۔ زیر بحث کتاب سائمن رپورٹ پر آپ کی تنقید ہے جو انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے جس کے مطالعہ سے آپ کی وسعتِ معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کا طرز بیان سلیس اور قائل کر دینے والا ہوتا ہے۔ آپ کی زبان بہت شستہ ہے۔“

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 219)

عراق کے حالات پر آل انڈیا ریڈیو سٹیشن لاہور سے تقریر؛ قوم کو اسیری سے نجات دلانے کی آپؓ کی ایک کوشش:

عراق کے حالات پر حضرت مصلح موعودؓ نے ایک تقریر فرمائی جو آل انڈیا ریڈیو سٹیشن لاہور سے 25مئی 1941ء کو نشر ہوئی۔ اس کے متعلق رائے ہے اس تقریر کا محرک دوسری جنگ عظیم کے دوران جرمنی اور اٹلی کا عراق پر حملہ آور ہونا تھا۔ دہلی کے مشہور سکھ اخبار ریاست 2جون 1941ء نے اس پر حسب ذیل تبصرہ کیا۔ کہتا ہے کہ:

"غلام اقوام اور غلام ممالک کے کیریکٹر کا سب سے کمزور پہلو یہ ہوتا ہے کہ ان کے افراد اخلاقی سچائی اور جرأت سے محروم ہو جاتے ہیں اور چاپلوسی، جھوٹ، خوشامد اور بزدلی کی سپرٹ ان میں نمایاں ہو جاتی ہے۔" پھر مثال دے رہا ہے کہ "عراق کا رشید علی برطانوی حکومت یا برطانوی رعایا کے نکتہ نگاہ سے غلطی پر ہو یا اس کا برطانیہ سے جنگ کرنا غیر مناسب ہو مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ شخص اپنے ملک کی سیاسی آزادی کے لئے لڑ رہا ہے اور اس کو کسی قیمت پر بھی اپنے ملک کا غدار یا ٹریٹر قرار نہیں دیا جا سکتا مگر ہمارے غلام ملک کے والیانِ ریاست اور لیڈروں کا کیریکٹر دیکھئے جو والیٔ ریاست عراق کے متعلق تقریر کرتا ہے۔ رشید علی کو غدار کہہ کر پکار رہا ہے۔ اور جو لیڈر جنگ کے متعلق بیان دیتا ہے سب سے پہلے وہ رشید علی کو ٹریٹر قرار دیتا ہے اور پھر اپنے بیان کی بسم اللہ کرتا ہے اور ان والیان ریاست اور لیڈروں کا کیریکٹر" یعنی یہ مسلمان یا ہندوستان سمیت بعض دوسرے بھی جو لیڈر ہیں، ان لیڈروں کا کیریکٹر "غلامی کے باعث اس قدر پست ہے کہ یہ غلط خوشامد اور چاپلوسی کو ہی ملک یا حکومت کی خدمت سمجھ رہے ہیں۔ ہمارے والیانِ ریاست اور لیڈروں کی اس احمقانہ خوشامد کی موجودگی میں قادیان کی احمدی جماعت کے پیشوا کی اخلاقی جرأت آپ کا بلند کیریکٹر اور آپ کی صاف بیانی دلچسپی اور مسرت کے ساتھ محسوس کی جائے گی جس کا اظہار آپ نے پچھلے ہفتہ اپنی ریڈیو کی ایک تقریر میں کیا۔" (تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 239 تا 244) **یہ قوم کو اسیری سے نجات دلانے کی آپؓ کی ایک کوشش ہے۔**

پاکستان کے قیام، استحکام اور اس کی تعمیر و ترقی کے ہر مرحلے پر حضرت مصلح موعودؓ کی نمایاں خدمات؛

مولانا محمد علی جوہر صاحب کے اس سلسلہ میں تاثرات:

مولانا محمد علی جوہر صاحب ہیں۔ 1878ء میں یہ پیدا ہوئے۔ 1931ء میں ان کی وفات ہوئی۔ رام پور میں پیدا ہوئے تھے۔ کلکتہ سے انہوں نے ہفتہ وار اخبار کامریڈ جاری کیا۔ دہلی میں ہمدرد کے نام سے اردو میں بھی اخبار کا اجرا کیا۔ 1923ء میں آل انڈیا کانگریس کے صدر بنائے گئے۔ گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے۔ وہیں

4 جنوری 1931ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔

(ماخوذ از مولانا محمد علی جوہر (حیات و خدمات) از ڈاکٹر ندیم شفیق ملک صفحہ 15، 30تا33، 41تا45، 48)

پاکستان کے قیام، استحکام اور اس کی تعمیر و ترقی کے ہر مرحلے پر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمات نمایاں تھیں۔ آج یہ کہتے ہیں ناں کہ احمدیوں نے کیا کیا؟ یہ تو خود غیر تسلیم کر رہے ہیں کہ نمایاں خدمات تھیں۔ مولانا محمد علی جوہر صاحب نے اس سلسلہ میں اپنے تاثرات اپنے اخبار ہمدرد 26 ستمبر 1927ء میں درج فرمائے۔ لکھتے ہیں کہ:

”ناشکر گزاری ہو گی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔“ یعنی مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی جماعت۔ ”تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم، تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں۔“ یہ احمدیوں کا کردار ہے ”اور وہ وقت دُور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل“ سنیں کہتے ہیں وہ وقت دُور نہیں جب اسلام کے اس منظم فرقے کا طرز عمل ”سواد اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدماتِ اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہو گا۔“

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 622)

بڑے بڑے منبروں میں بیٹھ کے دعوے کرتے ہیں۔ ہم مذہبی لیڈر بن کے ظاہر میں بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں لیکن کہتا ہے در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں۔ لیکن اندرونی طور پر یہ صرف ان کے دعوے ہیں۔ بڑے گھٹیا قسم کے دعوے ہیں۔ ان کے لیے یہ لوگ مشعل راہ ثابت ہوں گے۔ یہ دن کسی وقت آئے گا دیکھ لینا۔ یہ ہے انصاف پسند علماء کی رائے۔ آجکل کے علماء جو احمدیوں کو پاکستان اور اسلام کا دشمن کہتے ہیں انہیں اس آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنا چاہیے کہ اسلام کا درد احمدی رکھتے ہیں یا یہ نام نہاد علماء۔

سید حبیب صاحب ایک شخصیت ہیں۔ 1891ء میں پیدا ہوئے۔ اردو کے مشہور اور ممتاز اخبار نویس تھے۔ رسالہ پھول اور تہذیب نسواں کے مدیر مقرر ہوئے۔ اخبار نقاش اور پھر ”سیاست“ اور روزنامہ ”غازی“ جاری کیا۔ نہایت بے باک اور نڈر اخبار نویس تھے۔ 1951ء میں ان کی وفات ہوئی۔

(ماخوذ از یارانِ کہن از عبد المجید سالک صفحہ 189 تا 200 زیر ”سید حبیب“)

آل انڈیا کشمیر کمیٹی جس کا قیام 25 جولائی 1931ء کو عمل میں آیا تھا۔ جب حضرت مصلح موعودؓ نے اس کمیٹی

کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ شروع میں جب کمیٹی بنی تھی تو حضرت مصلح موعودؓ کو سب مسلمانوں کی طرف سے متفقہ طور پہ صدر بنایا گیا تھا۔ بہرحال حضرت مصلح موعودؓ نے ایک وقت میں آ کے اس کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا تو سید حبیب صاحب نے اپنے اخبار سیاست لاہور کی اشاعت 18 مئی 1933ء میں لکھا: ”میری دانست میں اپنی اعلیٰ قابلیت کے باوجود ڈاکٹر اقبال“ یعنی ڈاکٹر علامہ اقبال صاحب ”اور ملک برکت علی صاحب دونوں اس کام کو چلا نہیں سکیں گے اور یوں دنیا پر واضح ہو جائے گا کہ جس زمانہ میں کشمیر کی حالت نازک تھی اس زمانہ میں جن لوگوں نے اختلافِ عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا انہوں نے کام کی کامیابی کو زیرِ نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اُس وقت اگر اختلافاتِ عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو یہ تحریک بالکل ناکام رہتی اور امتِ مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔ میری رائے میں مرزا صاحب کی علیحدگی کمیٹی کی موت کے مترادف ہے۔ مختصراً یہ کہ ہمارے انتخاب کی موزونیت اب دنیا پر واضح ہو جائے گی۔“

(ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعودؓ نمبر جون جولائی 2008ء صفحہ 323،324)

اب پتا لگ جائے گا کہ مرزا صاحب نے کیا کام کیا تھا اور ڈاکٹر علامہ صاحب کیا کام کرتے ہیں اور ان کی کمیٹی جو ان کے بغیر ہے کیا کام کرتی ہے۔ اور پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ کیا ہوا۔ سب کچھ سامنے ہے۔ یہ کام آپؓ نے کیوں کیا؟ اس لیے کہ اسیروں کی رستگاری کا درد آپؓ میں تھا اور آپؓ نے اس کا موجب بننا تھا۔ آپؓ نے صدارت تو چھوڑ دی تھی اور بعد میں بھی کمیٹی کا کافی کام کیا لیکن اس درد کی وجہ سے پیچھے رہ کر ہر ممکن مدد جو آپ کر سکتے تھے کی اور اس کی تاریخ گواہ ہے۔

پھر **مولانا عبد الماجد دریا آبادی صاحب** ہیں۔ 1892ء میں یہ پیدا ہوئے۔ ہندوستان کے ایک اردو ادیب، قلم کار، محقق اور مفسر قرآن بھی تھے۔ حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ کے وصال پر مولانا عبد الماجد صاحب نے اپنے اخبار صدق جدید لکھنؤ کی 18 نومبر 1965ء کی اشاعت میں لکھا کہ دوسرے عقیدے ان کے جیسے بھی ہوں، قرآن و علومِ قرآنی کی عالمگیر اشاعت اور اس کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا صلہ اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے۔ یہ خود مفسر قرآن ہیں اور یہ بات مصلح موعودؓ کے بارے میں بیان فرما رہے ہیں۔ اور ان خدمات کے طفیل میں ان کے ساتھ عام معاملہ درگذر کا فرمائے۔ خیر آگے لکھتے ہیں کہ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین اور ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔

(ماخوذ از ماہنامہ انصار اللہ حضرت مصلح موعودؓ نمبر مئی، جون، جولائی 2009ء صفحہ 879)

ایک مفسر قرآن جو مسلمانوں کے ہیں خود یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح اور تبیین اور ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔ اختلافِ عقیدہ کے باوجود جس میں وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوں گے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمتِ قرآن واسلام کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔

جب اللہ تعالیٰ نے علوم ظاہری و باطنی سے پُر کرنے کا وعدہ دیا تھا تو پھر کون آپؓ جیسے علوم و معارف اپنے وقت میں بتا سکتا تھا بلکہ بعد میں آنے والے بھی آپؓ کے علوم سے ہی خوشہ چینی کریں گے تبھی صحیح رستے پر چلتے جائیں گے۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال صاحب ان کے حوالے سے جماعت کے خلاف بہت باتیں ہوتی ہیں لیکن ان کی یہ باتیں بھی ریکارڈ میں موجود ہیں۔ 24 مارچ 1927ء کو لاہور میں ایک جلسہ ہوا جس کی صدارت علامہ اقبال نے کی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے وہاں تقریر فرمائی۔ اس کے بعد علامہ صاحب نے کہا: ’’ایسی پر از معلومات تقریر بہت عرصے کے بعد لاہور میں سننے میں آئی ہے۔ خاص کر جو قرآن شریف کی آیات سے مرزا صاحب نے استنباط کیا ہے وہ تو نہایت ہی عمدہ ہے۔ میں اپنی تقریر کو زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھ سکتا تا مجھے اس تقریر سے جو لذت حاصل ہو رہی ہے ‘‘یعنی حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر سے جو لذت حاصل ہو رہی ہے ’’وہ زائل نہ ہو جائے۔‘‘

(الفضل 15 فروری 1999ء صفحہ 6)

سید عبد القادر صاحب ایم اے تاریخ کے پروفیسر تھے۔ پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور تھے۔ 1919ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے ’’اسلام میں اختلافات کا آغاز‘‘ پہ لاہور میں ایک لیکچر دیا تھا۔ بڑا معرکۃ الآراء لیکچر تھا۔ یہ صدارت کر رہے تھے۔ صدارتی خطاب میں سید عبد القادر صاحب نے بیان کیا کہ فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کوئی شدھ بدھ ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کے فتنہ کے اسباب سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے فتنہ کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے نہیں گزرا ہوگا۔

(ماخوذ از الفضل 15 فروری 2002ء صفحہ 13)

... چودھری محمد اکبر خان بھٹی صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ہیں۔ کہتے ہیں:

"ایک واقعہ کا ذکر کرنا بھی شاید بے محل نہ ہو گا۔ ایک ہفتہ وار رسالہ تھا"پارس"، اس کے ایڈیٹر"لالہ کرم چند ایک دفعہ اخبار نویسوں کے وفد کے ساتھ قادیان کے سالانہ اجلاس میں شامل ہوئے۔ وہاں سے واپس آئے تو یکے بعد دیگرے کئی مضامین میں مرزا بشیر الدین محمود صاحب کی قیادت، فراست اور شخصیت کا ذکر ایسے پیرائے میں کیا کہ مخالفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ مجھے خود کہنے لگے۔ ہم تو ظفر اللہ کو بڑا آدمی سمجھتے تھے۔(سر ظفر اللہ ان دنوں میں وائسرائے کے ایگزیکٹو کونسل کے ممبر تھے) مگر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سامنے اس کی حیثیت"یعنی ظفر اللہ خان صاحب کی حیثیت"طفل مکتب کی ہے۔ وہ ہر معاملے میں ان سے بہتر رائے رکھتا ہے"یعنی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ ہر معاملے میں ظفر اللہ خان صاحبؓ سے بہتر رائے رکھتے ہیں"اور بہترین دلائل پیش کرتا ہے۔ اس میں بے پناہ تنظیمی قابلیت ہے۔ ایسا آدمی بآسانی کسی ریاست کو بامِ عروج تک لے جاسکتا ہے... تقسیم ملک کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے لاء کالج لاہور میں ملکی ترقی کے امکانات پر چند تقریریں کی تھیں۔ ان تقریروں میں انہوں نے ایک فاضل یونیورسٹی لیکچرار کی طرح نقشہ جات، بلیک بورڈ اور گراف کی امداد سے بعض نکات کی وضاحت کی تھی۔ مجھے ایک نکتہ یاد ہے۔" یہ لکھنے والے کہتے ہیں"مجھے ایک نکتہ یاد ہے اور وہ یہ کہ" انہوں نے کہا کہ"افسوس ہے کہ تقسیم ملک سے پہلے ان جزائر کی طرف توجہ نہ دی گئی جو ساحل ہند کے ساتھ ساتھ واقع ہیں۔ لکادیپ اور سرندیپ، بالادیپ وغیرہ۔ ان ساحلی جزیروں کی آبادی اکثر و بیشتر مسلمانوں پر منحصر ہے اور ان کی اہمیت دفاعی نکتہ نگاہ سے بہت زیادہ ہے۔ ارشادات سن کر سامعین میں عام تاثر یہ پایا جاتا تھا کہ کاش تقسیم کی کارروائی کے وقت خلیفہ صاحب کا اشتراکِ عمل حاصل کرلیا جاتا۔ بے جا تعصّب اور خود فریبی نے قومی سطح پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کی خداداد صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ہاتھ سے کھو دیا... ایک جج نے نجی صحبت میں اعتراف کیا کہ انہیں اپنی ساری فضیلت کے باوجود ان مافوق الفطرت مسائل کے متعلق رتّی بھر واقفیت نہیں تھی۔ مرزا محمود احمد کی توضیحات کو سن کر ان کے چودہ طبق روشن ہوگئے اور پہلی بار اسلامی نظریات کا صحیح صحیح علم ہوا۔"(الفضل انٹرنیشنل 16 تا 22 فروری 2018ء صفحہ 3)

پس مصلح موعودؓ ہی ہیں جنہوں نے پہلے بھی اور بعد میں بھی پاکستان کے وجود کے قیام کے لئے اعلیٰ ترین رائے پیش کیں اور پڑھے لکھے لوگوں کے بھی دماغ روشن کر دیے۔ ہوش و حواس ان کو بھول گئے۔ ان کو یہ بھول ہی گیا اور وہ اپنے آپ کو بالکل ہی طفل مکتب سمجھنے لگے کہ ہمیں تو ان باتوں کا پتا ہی نہیں تھا۔

اخبار العمران دمشق جب حضرت مصلح موعودؓ نے وہاں دورہ کیا تو 10 اگست 1924ء میں بعنوان ”مہدی دمشق میں“ لکھتا ہے کہ:

”ابھی آپ کے دارالخلافہ میں تشریف لانے کی خبر شائع ہوئی تھی کہ **بہت سے علماء اور فضلاء**“ جو وہاں شام کے تھے ”آپ کے ساتھ گفتگو کرنے اور آپ کی دعوت کے متعلق آپ سے مناظرہ و مباحثہ کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے“ اور پھر کیا ہوا، کہتا ہے لکھنے والا ”اور انہوں **نے آپؓ کو نہایت عمیق ریسرچ رکھنے والا عالم اور سب مذاہب اور ان کی تاریخ و فلسفہ کا گہرا مطالعہ رکھنے والا اور شریعت الٰہیہ کے حکمت و فلسفہ کی واقفیت رکھنے والی شخصیت پایا۔**“ (روزنامہ الفضل 17 فروری 1972ء صفحہ 10) یہ ایک عرب اخبار کی گواہی ہے۔

اسرائیل کے قیام کی منصوبہ بندی اور پھر قیام پر جب منصوبہ بندی ہو رہی تھی اور پھر اس کے قیام کے بعد بھی آپؓ نے مذہبی اور تاریخی تناظر میں مسلمانوں کو حقائق بتا کر ہوشیار کرنے کی کوشش کی۔ بعد میں بھی کرتے رہے۔ اس ضمن میں آپؓ نے ایک مضمون ”اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ “ لکھا۔ اور اس کا عربی ترجمہ کرکے اسے عرب تک بھی پھیلایا گیا اور عربوں کو اور مسلم دنیا کو کہا کہ اب بھی ہوشیار ہو جاؤ۔ اس مضمون کو کئی عرب اخبارات نے بھی بیان کیا اور سراہا بھی۔ آپؓ نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا تھا، خدشات کا بیان کیا تھا اور جن نتائج کے پیدا ہونے کا اظہار کیا تھا آج وہی نتائج ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور آج جنگ میں نظر آرہے ہیں جو آپؓ نے بیان کیے تھے۔ کاش کہ مسلمان اس وقت بھی توجہ کرتے اور آج بھی توجہ کریں۔

اس بارے میں الشوریٰ بغداد کا ایک اخبار ہے اس نے 18 جون 1948ء کے پرچے میں تفصیل لکھی۔ اسی طرح اخبار ”الف باء“ دمشق شائع ہوتا ہے اس نے بھی اس مضمون کو خوب سراہا۔

یہ ایک ایسا مضمون ہے جو احمدیوں کو بھی پڑھ لینا چاہیے، ان کی بہت ساری معلومات میں اضافہ ہوگا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 393,391)

...م ش صاحب ایک مشہور صحافی اور سیاستدان تھے۔ قلمی نام ان کا ”م۔ش“ تھا۔ اصل نام میاں محمد شفیع تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات پہ انہوں نے ”لاہور کی ڈائری“ میں لکھا کہ ”مرزا بشیر الدین محمود احمد نے 1914ء میں خلافت کی گدی پر متمکن ہونے کے بعد جس طرح اپنی جماعت کی تنظیم کی اور جس طرح صدر انجمن احمدیہ کو ایک فعال اور جاندار ادارہ بنایا اس سے ان کی بے پناہ تنظیمی قوت کا پتہ چلتا ہے۔ اگرچہ ان کے پاس کسی یونیورسٹی کی ڈگری

نہیں تھی لیکن انہوں نے پرائیویٹ طور پر مطالعہ کرکے اپنے آپ کو واقعی علامہ کہلانے کا مستحق بنالیا تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ ایک انٹرویو میں مجھے بتایا تھا کہ میں نے انگریزی کی مہارت "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے باقاعدہ مطالعہ سے حاصل کی۔ ان کے ارشاد کے مطابق جب تک یہ اخبار خواجہ نذیر احمد کے دور ملکیت میں بند نہیں ہو گیا انہوں نے اس کا باقاعدہ مطالعہ جاری رکھا۔ مرزا صاحب ایک نہایت سلجھے ہوئے مقرر اور منجھے ہوئے نثر نگار تھے اور ہر ایک اس موقع کو بلا دریغ استعمال کرتے تھے جس سے جماعت کی ترقی کی راہیں کھلتی ہوں۔ جماعتی نکتہ نگاہ سے ان کا یہ ایک بڑا کارنامہ تھا کہ تقسیم برصغیر کے بعد جب قادیان ان سے چھن گیا تو انہوں نے ربوہ میں دوسرا مرکز قائم کرلیا۔"

(روزنامہ الفضل 11 دسمبر 1965ء صفحہ 5)

پھر The Light جو غیر مبائعین کا ترجمان اخبار ہے اس نے حضرت مصلح موعودؓ کی وفات پہ لکھا۔ اس کا عنوان یہ تھا۔ A great Nation Builder

انہوں نے نومبر 1965ء کے شمارے میں لکھا ہے کہ:

"امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی وفات انتہائی طور پر پُراز واقعات ایک ایسی زندگی کے اختتام پر منتج ہوئی ہے جو دُوررَس نتائج کے حامل، بے شمار عظیم الشان کارناموں اور مہمات سے لبریز تھی۔ آپ علوم وفنون پر حاوی ایک نابغہ روزگار وجود اور بے پناہ قوتِ عمل سے مالا مال شخصیت تھے۔ گذشتہ نصف صدی کے دوران دینی علم وفضل سے لے کر تبلیغ واشاعت اسلام کے نظام تک اور مزید برآں سیاسی قیادت تک فکر و عمل کا بمشکل ہی کوئی ایسا شعبہ ہو گا جس پر مرحوم نے اپنے منفردانہ اثر کا گہرا نقش نہ چھوڑا ہو۔ دنیا بھر میں پھیلا ہوا اسلامی مشنوں کا ایک جال اطراف وجوانب میں تعمیر ہونے والی مساجد اور عرصہ دراز سے قائم شدہ عیسائی مشنوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والی تبلیغ اسلام کا افریقہ میں وسیع وعمیق نفوذ، یہ وہ کارہائے نمایاں ہیں جو مرحوم کی تخلیقی منصوبہ بندی، تنظیمی صلاحیت اور انتھک جدوجہد کے حق میں ایک مستقل اور پائیدار یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حالیہ زمانہ میں بمشکل ہی انسانوں کا کوئی اور ایسا لیڈر رہا ہو گا جو اپنے متبعین کی اتنی پُرجوش محبت اور جاں نثاری کا مستحق ثابت ہوا ہو۔ پھر آپ کے متبعین کی طرف سے پُرجوش محبت اور جاں نثاری کا اظہار صرف آپ کی حیات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس کے بعد بھی اس کا اظہار اسی شدت سے ہوا جبکہ ملک کے تمام حصوں سے ساٹھ ہزار لوگ اپنے جدا ہونے والے امام کو آخری نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے دیوانہ وار دوڑے چلے آئے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ

میں مرزا صاحب کا نام ایک ایسے عظیم معمارِ قوم کے طور پر زندہ رہے گا جس نے شدید مشکلات کے عَلَی الرَّغم ایک متحد و مربوط جماعت قائم کر دکھائی اور اسے ایک ایسی قوت بناڈالا کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔“

(تاریخ احمدیت جلد 23 صفحہ 182)

باوجود اختلاف کے غیر مبائعین کا اخبار بھی اس طرز کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ آپؓ ایک عظیم لیڈر تھے۔ بہر حال یہ بھی ان لوگوں کا کھلے دل کا اظہار ہے۔

آپؓ کے بارے میں اس طرح کے بے شمار غیروں کے تبصرے ہیں۔ اس کے علاوہ آپؓ نے مختلف موضوعات پر جماعت کو، عمومی طور پر مسلمانوں کو بھی نصائح فرمائی ہیں، راہنمائی فرمائی ہے۔ وہ کئی مضمون ہیں۔ کئی کتابیں ہیں۔ کئی ضخیم جلدوں پر یہ مشتمل ہیں۔ کچھ شائع ہوگئی ہیں کچھ شائع ہونے والی ہیں۔ تقریروں کی جلدیں ہی پینتیس چھتیس ہوگئی ہیں۔ خطبات چھبیس ستائیس یا اٹھائیس ہوگئے ہیں۔ تو بہر حال **آپؓ نے بہت نصائح فرمائی ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی سکول، کسی مدرسہ، کسی کالج، یونیورسٹی میں نہ پڑھنے کے باوجود جو علم قرآن اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو عطا فرمایا تھا اس کی مثال نہیں ملتی۔** اس بارے میں بھی غیروں نے بے شمار تبصرے کیے ہوئے ہیں جو گذشتہ سالوں میں میں بیان کر چکا ہوں اور اب جو پرانے ریکارڈ میں سے غیر مطبوعہ نوٹس یا خطبات اور تقریروں میں سے جو تفسیریں قرآن کریم کی مل رہی ہیں وہ ابھی چھپی نہیں ہوئیں۔ تفسیر کبیر میں وہ نہیں آئیں۔ جو تفسیر کبیر کے دس Volume ہیں ان سے تقریباً دوگنے سے زیادہ ہیں۔ ان کی بھی ان شاء اللہ تعالیٰ جلد اشاعت ہو جائے گی۔ **یہ سب اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو عطا فرمایا۔** اس پیشگوئی کو پورا فرمایا اور **یہ جو پیشگوئی حضرت مصلح موعودؓ ہے یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی عظیم پیشگوئیوں میں سے ایک ہے اور ہمارے ایمان کو بڑھانے کا ذریعہ ہے۔**

بہت سی کتب کی اشاعت انگریزی زبان میں بھی ہو چکی ہے۔ جن کو اردو نہیں آتی انہیں اس علمی خزانہ سے استفادہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پہلے بھی میں کہتا رہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس علمی خزانے سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔“

(از خطبہ جمعہ فرمودہ 23 فروری 2024ء۔ روزنامہ الفضل انٹر نیشنل جلد 31 شمارہ 65 مؤرخہ 15 مارچ 2024ء صفحہ 2 تا 8)

کتبِ مقدّسہ میں

بشارات احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ رحمت عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم

از افاضات حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ

تیسری بشارت

”خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا۔ اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں شریعت ہے۔ ساتھ لشکر ملائکہ کے آیا۔ توریت کتاب 5 (استثنا) باب 33 (آیت) 2

آئے گا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آسمان کو جمال سے چھپا دیا۔ اُس کی ستائش سے زمین بھر گئی۔
حبقوق باب 3 (آیت) 3

سینا سے موسیٰ جیسا بادشاہ صاحبِ شریعت ظاہر و باطن نکلا۔ سعیر سے جس کے پاس بیت لحم اور ناصرہ ہے، مسیح ظاہر ہوا۔

قرآن نے اس پیشینگوئی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بیان کیا ہے۔ دیکھو۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ۔ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ۔ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ۔ (التین: 2 تا 4)

قسم انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس شہر امن والے کی۔

ان تین مقامات کی خصوصیت نہایت غور کے قابل ہے۔ عہد عتیق میں اس تخصیص کی وجہ مفصل مذکور ہوئی تھی۔ قرآن کا طرز ہے کہ جس بات کی تفصیل عہد عتیق و جدید میں نہ ہو۔ اسکی تفصیل کرتا ہے اور جس کا بیان وہاں مفصل ہو، اس کی طرف مجمل اشارہ کرتا ہے۔ اب دیکھو قرآن نے مسیح کے مبدائے ظہور کو تین اور زیتون سے تعبیر فرمایا۔ اس

کی وجہ یہ ہے کہ زیتون کے پہاڑ کے پاس مسیح نے ایک گدھے کا بچّہ منگوایا۔ اور اس کے ذریعے سے اپنی نسبت ایک بڑی پیشینگوئی کو ثابت کیا۔ دیکھو لوقا باب19(آیت)30، متی باب21(آیت)2، مرقس باب11(آیت)2

تِین کے درخت کے پاس ایک معجزہ ظاہر کیا۔ دیکھو مرقس باب11(آیت)14۔ اور انجیر کا نشان دینے پر ایک شخص ایمان لایا۔ یوحنا باب1(آیت)48۔

وادی فاران اور دشت فاران کی تفسیر قرآن نے یہ فرمائی ہے کہ فاران سے شہر مکہ مراد ہے۔ جہاں مسیح جیسا بشیر اور نذیر نکلا۔ جس کی شریعت کی نسبت کہا گیا:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا۔(المائدۃ:4)

ترجمہ: آج میں نے پورا کر دیا تمہارے لیے دین کو تمہارے اور پوری کر چکا میں اور تمہارے نعمت کو اپنی اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو۔

(1) فاران کے پہاڑ سے ایسا ظاہر ہوا کہ تمام دنیا اس کا لوہا مان گئی۔ اس کے داہنے ہاتھ میں شریعت روشن ہے۔ اُس کا لشکر ملائکہ کا لشکر ہے۔ اُس کے سبب خدا جنوب سے آیا۔ اُس کی ستائش سے زمین بھر گئی۔ موافق اور مخالف نے محمدؐ، محمدؐ یا احمدؐ، احمدؐ پکارا۔

اس سے زیادہ زمین اور ستایش سے اور کیا بھرتی۔ دشمن بھی محمدؐ کے نام سے پکارتے ہیں۔ پرانے عربی ترجموں میں ''اُس کی ستایش سے زمین بھر گئی'' کے بجائے یہ لفظ لکھے ہیں وَامۡتَلَاءِ الۡاَرۡضُ مِنۡ تَحۡمِیۡدِ اَحۡمَدَؐ اور بھر گئی زمین ستایش سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

نوٹ: محمدؐ بمعنی ستایش کیا گیا۔ اور احمدؐ بڑا ستایش کیا گیا۔ کیونکہ صیغہ ٔ افعل مبالغہ فاعل اور مفعول دونوں کے لیے آتا ہے۔

(2) سینا کی جنوبی حد سے فاران شروع ہوتا ہے۔ مکہ، مدینہ اور تمام حجاز فاران میں ہے۔

کون دنیا کی ابتدا سے سوائے نبی عربیؐ، صاحب شریعت ستایش کیا گیا یعنی محمدؐ یا احمدؐ کے (جو) فاران میں پیدا ہوا۔

(3) وادی فاطمہ (وادی فاطمہ مکے اور مدینے کے درمیان ایک پڑاؤ ہے۔ ملکی زبانی روایتوں کے رُو سے جو تواریخ قدیمہ کی جزو اعظم خیال کی جاتی ہیں یہ ثبوت بھی عجیب ثبوت ہے) میں گل جذیمہ یعنی پنجہ ٔ مریم[1] بیچنے والوں سے پوچھو کہ وہ پھول

---

[1] پنجۂ مریم (cyclamen flower) یا مریم کی بوٹی ایک گھاس ہے جو پھولدار پودوں کی 23 انواع میں سے ایک جنس ہے۔

کہاں سے لاتے ہیں۔ تو لڑکے اور بچے بھی یہی کہیں گے کہ مِنۡ بَرِیَّةِ فَارَانَ یعنی دشت فاران سے۔

(4) وہ کونسا فاران ہے۔ جس میں سے خدا ظاہر ہوا۔ جہاں سے مسیح کے بعد رسول نکلا۔ اور اس پر روشن شریعت نازل ہوئی۔ وہ کونسا مذہب ہے جو فاران سے نکل کر تمام دنیا کے مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔

(5) اسمٰعیلؑ کی اولاد کو برکت کا وعدہ تھا۔ وہ اولاد اسمٰعیل کی عرب میں آباد ہوئی تھی اور اُن میں سے **موسیٰ کا سانی** ظاہر ہونا تھا۔

(6) فاران کے معنی وادی غیر ذی زرع کے ہیں۔ اور یہی مکے کی صفت قرآن میں بیان ہوئی۔...

(7) یسعیاہ باب 21 (آیت) 16 میں دیکھ۔ قیداریوں کا عرب میں ہونا ثابت ہے۔ اور وہ اسمٰعیل کا بیٹا ہے۔ دیکھو توریت (استثنا باب 33 آیت 2) لشکر ملائکہ کے ثبوت کے لئے۔ دیکھو یہودا کا عام خط۔ باب 1 (آیت) 14۔ دیکھ خداوند اپنے لاکھوں مقدسوں کے ساتھ آتا ہے۔ تا کہ سبھوں کی عدالت کرے۔

عیسائیوں نے اس بشارت پر بڑی کوششوں سے اعتراض جمائے ہیں۔ قبل اس کے کہ اُن کے اعتراض اور تردیدوں کا بیان کیا جائے۔ حضرت ہاجرہؑ والدہ اسمٰعیلؑ اور اسمٰعیلؑ کا قصہ مختصراً بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تا کہ اعتراضات اور جوابات میں امتیاز رہے۔

(1) حضرت ابراہیمؑ جب بہت بوڑھے ہوئے۔ چاہا کہ اپنے غلاموں سے کسی کو وارث بناویں۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا: تیرا بیٹا ہی تیرا وارث ہو گا۔ پیدائش باب 15 (آیت) 4۔

(2) حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بیبی حضرت سارہؑ بہت بوڑھی ہو گئی تھیں۔ اس لئے اُنہوں نے حضرت ہاجرہؑ کو حضرت ابراہیمؑ کے نکاح میں دیدیا۔ پیدائش باب 16 (آیت) 3۔

(3) حضرت ہاجرہؑ سے (حضرت) سارہؑ کو جیسی کہ عادةً سوتنوں میں ایک رنجش پیدا ہو جاتی ہے۔ کچھ کشیدگی سی ہو گئی۔ اس لئے حضرت ہاجرہؑ تنگ آکر وہاں سے نکلیں، راستے میں فرشتے نے کہا واپس جا۔ اللہ تجھے برکت دیگا۔ تیری اولاد وسیع اور بے شمار ہو گی۔ تیرے ایک لڑکا ہو گا۔ اُس کا نام اسمٰعیل رکھنا۔ وہ عربی ہو گا۔ اُس کا ہاتھ سب پر ہو گا۔ پیدائش باب 16 (آیت) 6 تا 12۔

نوٹ۔ حال کے ترجموں میں ”اُس کا ہاتھ سب کی ضد میں“ لکھا ہے۔ اگرچہ اس ترجمے کو تسلی اور برکت کا لفظ باطل کرتا ہے۔ الّا پھر بھی ایک عجیب بات اس کے سچ ماننے پر ہمیں مائل کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اہل کتاب کو ہمیشہ سے حضرت اسمٰعیلؑ اور بنی اسمٰعیل سے ضد رہتی تھی۔ یہ ایک قدرتی ثبوت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ اُن کے دل میں

حضرت اسمٰعیلؑ کی حقیقت کھٹکتی چلی آتی ہے۔

اور وہ بمقابلے اپنے بھائیوں کے سکونت کرے گا۔ پیدائش 16(آیت)12

(4) حضرت ہاجرہؑ حاملہ ہوئیں اور لڑکا جنیں۔ اور اس کا نام اسمٰعیلؑ ہوا۔ پیدائش باب 16(آیت)15

(5) پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے کہا کہ اب تیرا نام ابرام نہ پکارا جاوے گا بلکہ ابراہام۔ کیونکہ تجھ سے بہت سی قومیں پیدا ہونگی۔ اور سب کا باپ کہلائے گا۔ پیدائش باب 17(آیت)5۔

(6) پھر ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کے لئے دعا کی۔ خدا نے کہا میں نے تیری دعا اسمٰعیل کے حق میں سنی۔ بیشک میں اُسے برکت دوں گا۔ اور برومند کروں گا۔ اُسکی اولاد بکثرت ہوگی اور اُس کی پشت سے بارہ امام یا شاہزادے پیدا ہوں گے۔ اور میں ان کو ایک قوم عظیم اور ممتاز کروں گا۔ پیدائش باب 17(آیت)20۔

(7) اسمٰعیل کے لئے برکت اور عہد دونوں ہیں۔ پیدائش باب 17(آیت)7۔

(8) حضرت اسمٰعیلؑ جب تیرہ برس کی ہوئے انکا ختنہ ہوا۔ (پیدائش باب 17 آیت 25)۔۔۔ اسحاقؑ پر ہنسے۔ سارہ اس پر ناراض ہوئیں اور کہا ہاجرہ کو مع اسکے فرزند کے نکال دے۔ اس لئے کہ یہ بشمول اسحاق وارث نہ ہو۔ (سارہ کا یہ کلام رنجش اور کمزوری کے سبب سے ہے۔ خدا کی طرف سے الہام نہیں کہ اس استدلال کیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے دل سارہ کی طرف سے بھرے ہوئے ہیں۔ جو اسمٰعیل کی نسبت اُن کے دل صاف نہیں ہوتے۔) خدائے تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے فرمایا رنجیدہ مت ہو۔ جیسے سارہ کہتی ہے ویسے ہی کر۔ اسحاق تیری اولاد ہے۔ مگر مجھے ہاجرہ کے فرزند سے ایک قوم بنانا ہے۔ کیونکہ وہ تیرا نطفہ ہے۔ علی الصّباح ابراہیم نے ہاجرہ اور اسمٰعیل کو روٹی اور پانی دے کر نکال دیا۔ اور انہوں نے بیر شبع پر راستہ گم کیا۔ قصہ مختصر خشک بیابان میں تکلیف اٹھاتے اُٹھاتے ایک دفعہ پانی سے ناچار ہوگئیں اور درخت کے نیچے بچے کو ڈال دیا اور آپ دور جا بیٹھیں تاکہ اُس کی پیاس کی موت کو نہ دیکھیں۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے روئیں۔ تب فرشتے نے آواز دی۔ کیا تو بیمار ہے۔ خوف مت کر خداوند نے تیرے بچے کی آواز سن لی۔ اے ہاجرہ اٹھ اور بچے کو اُٹھا۔ اس واسطے کہ میں اسے قوم کا بزرگ بناؤنگا۔ اور خدا نے اُس کی آنکھیں کھولیں۔ تب انہوں نے ایک چشمہ پایا۔ (وہی جسے مسلمان چاہ زمزم کہتے ہیں) اسمٰعیل بڑھے اور تیر انداز ہوئے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ ہاجرہ نے پھرتے پھرتے آخر کہاں مقام فرمایا اور کس جگہ سکونت اختیار کی۔ تحقیق طلب بات ہے۔ لیکن **ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ فاران میدان میں بمقام بیت اللہ مکہ معظمہ میں وہ ٹھہریں۔ اور اس امر کے ثبوت**

کے لئے وجوہات ذیل ہیں۔

(1) تواتر: اور یہ وہ دلیل ہے کہ اگر اس پر وثوق نہ رہے تو پھر تواریخ قدیمیہ کے اثبات کا کوئی طریقہ باقی نہیں رہتا۔ تورات کو موسیٰؑ کی کتاب مانا تو تواتر سے، مسیح کو ناصری یا ابن داؤد مانا تو تواتر سے۔

(2) ملکی اور قومی روایات اور مشہورہ حکایات سے جن کا ذکر تواریخ میں اور لوگوں کی زبانوں پر غیر متبدل اور مستحکم چلا آتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی اس قصے کی تصدیق ضروری اور لابُدی (ضروری) امر ہے۔ کیونکہ کسی تاریخی واقعے کی تکذیب کر دینا باآینکہ وہ عقل کے مخالف نہ ہو سخت غلطی ہے۔

پس جبکہ ملکی روایات اور مشہورہ حکایات اور تواریخ قدیمیہ متفقاً ثابت کرتے ہیں کہ حضرت ہاجرہؑ نے وادی مکہ میں سکونت کی اور ملک حجاز، وہی دشتِ فاران ہے۔ تو کونسی بات ان امور کے قبول کرنے سے ہمیں مانع ہے۔ کیا کوئی قانونِ قدرت اسے محال بتلاتا ہے یا عقل اُس کو باور کرنے سے کتراتی ہے۔

(3) پرانے جغرافیوں اور قدیم کھنڈرات کی تحقیقات کرنی چاہیئے کہ اسمٰعیلؑ کہاں آباد ہوئے۔ جہاں وہ مقام ملے وہی ان کی سکونت کا مقام ہو گا اور وہی مقام وادی فاران ہے۔

حضرت اسمٰعیل کے بارہ بیٹے تھے[1]: پہلا **نبایوت**(Nebaioth) عرب کے شمال مغربی حصے میں آباد ہوا۔ ریورنڈ کاتری پی کاری ایم اے[2] نے اپنے نقشے میں اُس کا نشان 38و30 درجہ عرض شمالی اور 36و38 درجہ طول مشرقی کے درمیان میں لگایا ہے۔

ریورنڈ مسٹر فاسٹر[3] کہتے ہیں کہ نبایوت کی اولاد عریبیا پیٹرا(Arabia Petraea) سے مشرق کی طرف عریبیا دیزرتا(Arabia Desertia) تک اور جنوب کی طرف خلیج الامتک (Elanitic Gulf) و حجاز تک پھیل گئی تھی۔ اسٹریبر(Strabo) کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ نبایوت کی اولاد نے اس سے بھی زیادہ ملک گھیر لیا تھا اور مدینے تک اور بندر حورا(Port of Hawr) اور بندر ینبُو(Port of Yembo) تک جو بحر قلزم کے کنارے پر ہے۔ اور مدینے سے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اُن کی عملداری ہو گئی۔ ریورنڈ مسٹر فاسٹر کہتے ہیں کہ اس مختصر بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ

[1] دیکھیں 1 تواریخ باب 1 آیت 29 تا 31

[2] Rev. Carteret Priaulx Carey, M.A., (1819-1858) Author of The Book of Job : translated from the Hebrew on the basis of the authorized version, included a map (1858)

[3] The Rev. Charles Forster, B.D.(1848-1894) Author of The Historical Geography of Arabia in 2 volumes.

نبایوت کی اولاد صرف پتھریلے میدانوں میں نہیں پڑی رہی۔ بلکہ حجاز اور نجد کے بڑے بڑے ضلعوں میں پھیل گئی۔[1]

ممکن ہے کہ رفتہ رفتہ نبایوت کی اولاد عرب کے بہت بڑے حصے میں پھیل گئی ہو۔ اِلّا یہ بات کہ نبایوت کی سکونت اور اسکی اولاد کی سکونت عرب ہی میں تھی، بخوبی ثابت ہے۔

دوسرا بیٹا قیدار(Kadar)(معنی لفظ قیدار صاحب الابل۔ ابن خلدون جلد دوم صفحہ 331 لفظ قیدار کے معنی ہیں۔ اونٹوں والا۔ معلوم ہوا کہ قیدار ہی حضرت اسمٰعیلؑ کے ولی عہد اور معتنی بہ (reliable) شخص تھے۔ آپ کا نام بھی عرب اور اس کے خصوصیات سے عجیب مناسبت رکھتا ہے۔) نبایوت کے پاس جنوب کی طرف حجاز میں آباد ہوا۔

ریورنڈ مسٹر فاسٹر لکھتے ہیں کہ اشعیانبی کی کتاب سے بھی صاف صاف قیدار کا مسکن حجاز ثابت ہوتا ہے۔ جس میں مکہ اور مدینہ بھی شامل ہے۔ اور زیادہ ثبوت اسکا حال کے جغرافیے میں شہر **الخدر**(El Khedheyre)اور **نبت**(Nabt) سے پایا جاتا ہے۔ جو اصل میں **القیدار** اور **نبایوث** ہیں۔ یورنیس(Uranius) اور **بطلیموس** (Ptolemy)اور **پلینے** اعظم(elder Pliny) کے زمانوں میں یہ قومیں حجاز کی باشندہ تھیں۔ **کیڈری یعنی قیڈری**۔ دری مخفف **قیدری**۔ اور **گڈرو نائینی یعنی قیداری۔ کدربتی یعنی قیڈری**۔ دیکھو ہسٹری جغرافیہ جلد اوّل صفحہ 247 تا249۔ پس بخوبی ثابت ہے کہ قیدار حجاز میں آباد تھا۔

کاتری پی کاری(Rev. Carteret Priaulx Carey, M.A.)نے اپنے نقشے میں قیدار کی آبادی کا نشان 26و27 درجہ عرض شمالی۔ 37و38 درجہ طول شرقی کے درمیان میں لگایا۔

تیسرا بیٹا اوبئیل(Abdeel)ہے۔ بموجب سند جوزِیفُس[2] کے **اوبئیل** بھی اپنے اُن دونوں بھائیوں کے ہمسائے میں آباد ہوا۔

چوتھا بیٹا مبسام(Mibsam)ہے۔ مگر اُس کی سکونت کے مقام کا پتا نہیں ملتا۔

پانچواں بیٹا مشماع(Mishma)ہے۔ مسٹر فاسٹر کا یہ قیاس صحیح ہے کہ عبرانی میں جس کو **مشماع** لکھا ہے۔ اُسی کو یونانی ترجمہ (Septuagint) میں مسما(Misma)اور جوزیفیس نے مسماس (Masmaos)اور **بطلیموس** نے

---

[1] See The Historical Geography of Arabia by The Rev. Charles Forster, vol: 1 pg: 219,220. London 1844

[2] **Flavius Josephus** (born AD 37/38, Jerusalem—died AD 100, Rome) was a Jewish priest, scholar, and historian who wrote valuable works on the Jewish revolt of 66–70 and on earlier Jewish history.

مسمنیز (Masoemanes) لکھا ہے۔ اور عرب میں اُسی کی اولاد بنی مسما کہلاتی ہے۔ پس کچھ شبہ نہیں کہ یہ بیٹا اولاً قریب نجد کے آباد ہوا۔

چھٹا بیٹا دومہ (Dumah) **تھا**۔ مشرقی اور مغربی جغرافیہ دان قبول کرتے ہیں کہ یہ بیٹا **تھامہ** میں آباد ہوا تھا۔

معجم البلدان میں لکھا ہے کہ **دومة الجندل** کا نام واقدی کی حدیث میں **دوماہ الجندل** آیا۔ اور ابن سقیفہ نے اُس کو اعمالِ مدینہ میں گیا ہے۔ اس کا نام **دوماہ** ابن اسمٰعیل ابن ابراہیم کے نام پر ہوا۔ اور زجاجی کہتا ہے کہ اسمٰعیل کے بیٹے کا نام **دومان** ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اُس کا نام دمہ تھا۔ ابن کلبی کہتا ہے کہ **دوماہ** اسمٰعیل کا بیٹا تھا۔ جب تہامہ میں حضرت اسمٰعیلؑ کی بہت اولاد ہوگئی تو **دوماہ** وہاں سے نکلا اور بمقام دومہ قیام کیا۔ اور وہاں ایک قلعہ بنایا اور اس کا نام **دوماہ** اپنے نام پر رکھا۔ اور ابو عبید سکونی کا قول ہے کہ **دومة جندل** قلعہ اور گاؤں شام اور مدینے کے درمیان میں ہیں۔ قریب **جبل طی** کے اور دومہ وادی قریٰ کے گاؤں میں سے ہے۔ مسٹر فاسٹر بھی اسکو تسلیم کرتے ہیں۔ اور ابتک یہ ایک مشہور جگہ عرب میں موجود ہے۔

ساتواں بیٹا مسّا (Massa) **تھا**۔ یہ بیٹا حجاز سے نکل کر یمن میں آباد ہوا۔ اور یمن کے کھنڈرات میں ابتک **مسّا** کا نام قائم ہے۔ کاتری پی کاری نے اپنے نقشے میں اس مقام کا نشان 13 درجے اور 30 دقیقے عرض شمالی اور 43 درجے اور 30 دقیقے طول شرقی میں قائم کیا ہے۔

اسمٰعیل اور ان کی تمام اولاد حجاز میں تھی۔ بلاشبہ جب اولاد جوان ہوئی اور کثرت ہوگئی۔ تب مختلف مقاموں میں جا کر سکونت اختیار کی۔ مگر عمدہ بات قابل غور یہ ہے کہ سب کا پتہ عرب ہی میں یا حجاز میں یا حجاز کے آس پاس پایا جاتا ہے۔

آٹھواں بیٹا حدد (Hadad)۔ اسکو عہد عتیق میں **حدّاد** (Hadaad) بھی لکھا ہے۔ یمن میں شہر حدیدہ (Hadedda) ابتک اُسی کا مقام بتلا رہا ہے۔ اور قوم حدیدہ جو یمن کی ایک قوم ہے اُسی کے نام کو یاد دلاتی ہے۔ زہیری مؤرخ کا بھی یہی قول ہے اور مسٹر فاسٹر بھی اسی کو تسلیم کرتا ہے۔

نواں بیٹا تیمہ (Tema) **تھا**۔ اس کی سکونت کا مقام نجد ہے۔ اور بعد کو رفتہ رفتہ خلیج فارس تک پہنچ گیا۔

دسواں بیٹا یطور (Jetur) ہے۔ مسٹر فاسٹر بیان کرتے ہیں کہ اُس کا مسکن **جدور** (Djedour) میں تھا۔ جو **جبل کسیونی** (Djebel Kessoue) کے جنوب اور **جبل الشیخ** (Djebel el Sheikh) کے مشرق میں واقع ہے۔

گیارھواں بیٹانفِیس (Nephish) **تھا**۔ مسٹر فاسٹر جوزیفس اور تورات کی سند سے لکھتے ہیں کہ **عربیاڈیزرٹا** میں اُن کی نسل کے نام سے آباد تھے۔

بارھواں بیٹاقیدماہ(قدمہ) (Kedemah): انہوں نے بھی یمن میں سکونت اختیار کی۔ مؤرخ مسعودی نے لکھاہے کہ **اصحاب الرس** اسمٰعیل کی اولاد میں سے تھے۔ اور وہ دو قبیلے تھے۔ ایک کو **قدمان** اور دوسرے کو **یامین** کہتے تھے۔ اور بعضوں کے نزدیک **رعویل** اور یہ یمن میں تھے۔

اب اس تحقیقات سے جو جغرافیے کے روسے نہایت اطمینان کے قابل ہے دو باتیں ثابت ہو گئیں۔ ایک یہ کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور اُن کی تمام اولاد عرب میں آباد ہوئی۔ اور دوسرے یہ کہ مرکز اس خاندان کی آبادی کا حجاز تھا۔ جہاں اسمٰعیل کی مقدم اولاد کا مسکن ہوا تھا۔ اور پھر اُس مرکز سے اور طرف عرب میں پھیلے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت اسمٰعیلؑ نے **حجاز** میں سکونت اختیار کی تھی۔ اور اُسی کا قدیم نام **فاران** ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت حبقوقؑ نے اپنی اپنی بشارتوں میں بتایا۔

عیسائیوں کے اعتراض

اگرچہ یہ بات نہایت صفائی سے ظاہر ہے کہ وادی حجاز اور وادی فاران دونوں ایک ہیں۔ اور اسمٰعیل کی اولاد کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈر اس کی گواہی دے رہے ہیں۔ مگر بااین ہمہ عیسائی اُس کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور موقع **فاران** کی نسبت مفصلہ ذیل تین رائیں قرار دیتے ہیں۔

(1) یہ کہ وہ اُس وسیع میدان کو جو **بیرشبع** کی شمالی حد سے کوہ سیناتک پھیلا ہوا ہے۔ فاران کہتے ہیں۔

(2) قادیش جہاں ابراہیم نے (بیر شبع) کھودا اور فاران ایک ہیں۔

(3) فاران اسی وادی کا نام ہے جو سینا سے غربی نشیب پر ہے۔ جہاں قبریں عمارتیں اب ملی ہیں۔

جواب

(1) بتاؤیہاں اسمٰعیل اور اس کی صلبی اولاد کب آباد ہوئی؟

(2) کتاب(استثناباب)13 (آیت26,25) وہ سردار کنعان کو دیکھ کر پھرے تو بیابان فاران میں سے قادیش میں پہنچے۔ (قادیش شمالی حد فاران کی ہے) یادرہے اس آیت کی اصل عبری عبارت یہ ہے۔اِلٰ مِدْبَر فَارَانَ قَادَشِیَّۃَ۔ لفظی ترجمہ طرف وادی فاران کے بہ نیل مرام۔ قادیش کے معنی نائل کے بھی ہیں۔ دیکھو ترجمہ انقلس۔(رائٹرEngels)

فاران تین ہیں۔ ایک حجاز میں، دوسرا طور یا سینا کے پاس، تیسرا سمر قند میں۔ سمر قند والا فاران مبحث سے خارج ہے۔ اور جو فاران طور یا سینا کے قرب میں واقع ہے۔ وہ فاران نہیں جو ابراہیم کے وقت تھا۔ وہ نہیں جس کا تورات میں ذکر ہے۔ وہ نہیں جہاں ہاجرہ نے اسمٰعیل کے ہمراہ بیر شبع میں راستہ گم کر کے اقامت کی۔ اور وہ نہیں جہاں ابتداءً اسمٰعیل کی اولاد آباد ہوئی۔ وہ نہیں جہاں سے بعد سعیر خدا نے ظہور کیا۔

ہاں بلاشبہ زمانے کے دَور میں اسمٰعیل کی اولاد حجاز سے نکل کر تمام عرب میں خلیج فارس تک پھیل گئی۔ پس اگر حجاز کے سوا اور جگہ سے پرانے ایسے کھنڈرات ملے ہوں۔ جو بنی اسمٰعیل کے ناموں کے مشابہ ہوں یا مطابق تو وہ اس نفس الامری بات کو اُٹھا سکتے ہیں کہ اسمٰعیل حجاز میں آباد ہوا۔ جو فاراں سینا کے مغرب میں ہے۔ اور جس کے آثار ملے ہیں۔ وہ توریت کا فاران نہیں۔ موسیٰ کے زمانے میں اس کا وجود نہ تھا۔ موسی مصر سے نکلے اور بحر احمر سے پار ہوئے۔ توشور میں پہنچ کر سن (Sin) کو طے کر کے افیدیم (Rephidim) میں ٹھہرے۔ وہاں کتاب (خروج باب 2 (آیت 7 لغایت 8 میں ہے۔ عمالیق آکر اترے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے عمالیق افیدیم کی نہ تھی۔ یہاں یاد رکھو کہ افیدیم کوہ سینا کے مغرب اور مصر کے شرق میں ہے۔ پھر افیدیم سے موسیٰ مشرق کی طرف سینا کو چلے اور سینا میں پہنچے۔ اس سینا کے غربی فاران کا ذکر موسی نے نہیں کیا۔ پھر سینا سے آگے بڑھے اور شمال مشرق کو چلے۔ اس راہ میں حضرت موسیٰ کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل بیابان سے نکلے اور بادل بیابانِ فاران میں ٹھہر گیا۔ کتاب (گنتی باب 4 (آیت) 10-12۔

اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حضرت موسیٰؑ کے وقت **فاران کوہ سینا کے شمال مشرق میں قادیش کے قریب واقع تھا**۔ اور وہی حجاز کا بیابان ہے۔ نہ غربی نشیب سینا کا۔ البتہ ایسا معلوم ہوتا ہے عرب کی ایک قوم جو فاران بن حمیر کی اولاد میں سے تھی اور بنی فاران کہلاتی تھی کسی زمانے میں سینا کے مغرب میں آباد ہوئی۔ اور اس سبب سے وہ مقام فاران مشہور ہو گیا۔ یہ وہ فاران نہیں جس کا ذکر تورات میں ہے۔ (خطبات الاحمدیہ بتبدیل یسیر)

(فصل الخطاب لمقدمہ اھل الکتاب از افاضات حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح اولؓ، حصہ دوم صفحہ 273 تا 283 سن اشاعت: 1924ء)

❁❁❁❁❁

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ذکر یہودی اور مسیحی صحائف میں

(مرسلہ: ایچ۔ایم۔ظفر)

بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود میں حضرت مصلح موعودؓ نے جو کردار ادا کرنا تھا اس کی اہمیت کا اندازہ کچھ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ خدا سے علم پا کر آپ کی ولادت کی خبر دینے میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ منفرد نہیں بلکہ اس پیدائش کے تذکرے آپ سے قبل بھی دور دور تک تاریخ کے مختلف اوراق میں پھیلے پڑے ہیں۔ سب سے زیادہ قابل فخر اور سب سے اعلیٰ و اولیٰ ان پیشگوئیوں میں وہ پیشگوئی ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ سب نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں فرمائی (دیکھیں ارشاد نبوی ﷺ شمارہ ہذا)

جہاں قدیم نوشتوں میں موعود نبی کی بعثت کی خبریں دی گئی ہیں وہاں ان میں اس کی اولاد میں ایک ایسے شخص کی پیدائش کی خبر بھی ملتی ہے جو خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر کے تحت اس موعود کی تائید اور اس کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہمہ وقت کمربستہ رہے گا۔ چنانچہ مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئی کے حوالہ سے یہود کی روایات میں یہ ملتا ہے کہ مسیح جب آئے گا تو اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اور پوتا اس کی (روحانی) سلطنت کے وارث ہوں گے۔ چنانچہ اس حوالہ سے جوزف بارکلے نے طالمود کے تعارف اور خلاصہ پر مشتمل اپنی کتاب THE TALMUD میں مسیح کے حوالہ ایک روایت اس طرح درج کی ہے:

It is also said that He shall die, and His kingdom desend to His son and grandson. In proof of this opinion Isaiah xlii.4 is quoted: He shall not fail, nor

be discouraged, till He have set judgment in the earth.

(The Talmud, by Joseph Barclay,LL.D. introduction chapter v. pg: 37.John Murray, Albemarle Street London 1878)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ (یعنی مسیح) وفات پا جائے گا اور اس کی سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی۔ اس رائے کے ثبوت میں یسعیاہ باب 42 آیت 4 کو پیش کیا جاتا ہے جس میں کہا گیا ہے وہ ماندہ نہ ہو گا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کر دے۔

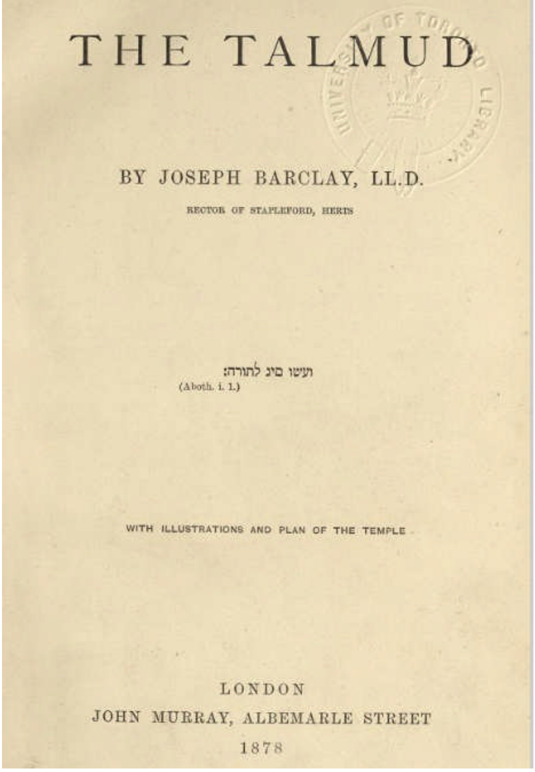

THE TALMUD

BY JOSEPH BARCLAY, LL.D.

RECTOR OF STAPLEFORD, HERTS

עשו סיג לתורה:
(Aboth. i. 1.)

WITH ILLUSTRATIONS AND PLAN OF THE TEMPLE

LONDON
JOHN MURRAY, ALBEMARLE STREET
1878

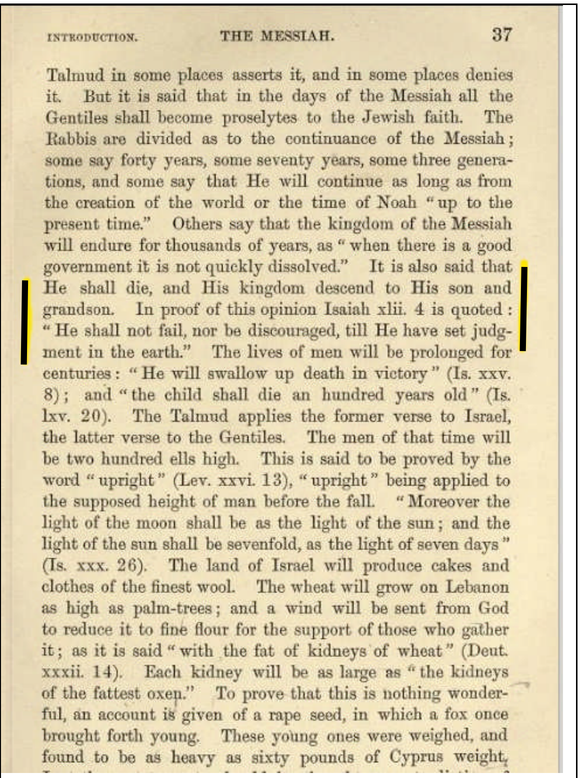

INTRODUCTION. THE MESSIAH. 37

Talmud in some places asserts it, and in some places denies it. But it is said that in the days of the Messiah all the Gentiles shall become proselytes to the Jewish faith. The Rabbis are divided as to the continuance of the Messiah; some say forty years, some seventy years, some three generations, and some say that He will continue as long as from the creation of the world or the time of Noah "up to the present time." Others say that the kingdom of the Messiah will endure for thousands of years, as "when there is a good government it is not quickly dissolved." It is also said that He shall die, and His kingdom descend to His son and grandson. In proof of this opinion Isaiah xlii. 4 is quoted: "He shall not fail, nor be discouraged, till He have set judgment in the earth." The lives of men will be prolonged for centuries: "He will swallow up death in victory" (Is. xxv. 8); and "the child shall die an hundred years old" (Is. lxv. 20). The Talmud applies the former verse to Israel, the latter verse to the Gentiles. The men of that time will be two hundred ells high. This is said to be proved by the word "upright" (Lev. xxvi. 13), "upright" being applied to the supposed height of man before the fall. "Moreover the light of the moon shall be as the light of the sun; and the light of the sun shall be sevenfold, as the light of seven days" (Is. xxx. 26). The land of Israel will produce cakes and clothes of the finest wool. The wheat will grow on Lebanon as high as palm-trees; and a wind will be sent from God to reduce it to fine flour for the support of those who gather it; as it is said "with the fat of kidneys of wheat" (Deut. xxxii. 14). Each kidney will be as large as "the kidneys of the fattest oxen." To prove that this is nothing wonderful, an account is given of a rape seed, in which a fox once brought forth young. These young ones were weighed, and found to be as heavy as sixty pounds of Cyprus weight.

متی کی انجیل میں مذکور پیشگوئی

اناجیل میں جہاں آخری زمانے کی نشانیاں اور مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کے موقع پر ہونے والے آسمانی انقلابات کا ذکر ہے اس کے بعد لکھا ہے:

"اس وقت آسمان کی بادشاہی ان دس کنواریوں کی مانند ہوگی جو اپنی مشعلیں لے کر دلہا کے استقبال کو

نکلیں۔ ان میں پانچ بیوقوف اور پانچ عقلمند تھیں۔ جو بیوقوف تھیں انہوں نے اپنی مشعلیں تو لے لیں مگر تیل اپنے ساتھ نہ لیا۔ مگر عقلمندوں نے اپنی مشعلوں کے ساتھ اپنی کپیوں میں تیل بھی لے لیا۔ اور جب دلہا نے دیر لگائی تو سب اونگھنے لگیں اور سو گئیں۔ آدھی رات کو دھوم مچی کہ دیکھو دلہا آ گیا! اس کے استقبال کو نکلو۔

اس وقت وہ سب کنواریاں اٹھ کر اپنی اپنی مشعل درست کرنے لگیں۔ اور بیوقوفوں نے عقلمندوں سے کہا کہ اپنے تیل میں سے کچھ ہم کو بھی دیدو کیونکہ ہماری مشعلیں بجھی جاتی ہیں۔ عقلمندوں نے جواب دیا کہ شاید ہمارے تمہارے دونوں کے لئے کافی نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ بیچنے والوں کے پاس جا کر اپنے واسطے مول لے لو۔

جب وہ مول لینے جارہی تھیں تو دلہا آ پہنچا۔ اور جو تیار تھیں وہ اس کے ساتھ شادی کے جشن میں اندر چلی گئیں اور دروازہ بند ہو گیا۔ پھر وہ باقی کنواریاں بھی آئیں اور کہنے لگیں اے خداوند! اے خداوند! ہمارے لئے دروازہ کھول دے۔ اس نے جواب میں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں تم کو نہیں جانتا۔ پس جاگتے رہو کیونکہ تم نہ اس دن کو جانتے ہو نہ اس گھڑی کو۔"

(متی باب 25 آیت 1 تا 13)

حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ مصلح موعود منعقدہ ہوشیار پور مؤرخہ 20 فروری 1944ء کے موقع پر تقریر کے دوران اپنی ایک رؤیا کا ذکر کیا جو حضورؓ نے اسی سال 5، 6 جنوری کی درمیانی رات کو دیکھی تھی۔ حضورؓ فرماتے ہیں:

"رؤیا کی حالت میں مَیں نے اور بھی بعض باتیں بیان کی ہیں مثلاً میں نے ان سے کہا میں وہی ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سَو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ یہ درحقیقت انجیل کی ایک پیشگوئی ہے جس میں حضرت مسیح ناصریؑ فرماتے ہیں جب میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا تو بعض قومیں مجھ پر ایمان لائیں گی اور بعض انکار کر دیں گی۔

اس وقت ان قوموں کی مثال ایسی ہو گی جیسے دس کنواریاں جن میں سے کچھ ہوشیار تھیں اور کچھ سُست، دولہا کے انتظار میں بیٹھ گئیں۔ جو سُست تھیں ان کا انتظار کی حالت میں ہی تیل ختم ہو گیا اور جب وہ دوبارہ تیل لینے بازار گئیں تو پیچھے سے دولہا آ گیا اور وہ اس کے ساتھ شامل ہونے سے محروم رہ گئیں۔

لیکن جو ہوشیار تھیں اور جنہوں نے تیل اپنے ساتھ رکھا تھا وہ دولہا کو اپنے ساتھ لے کر اس قلعہ میں

چلی گئیں۔

اس تمثیل میں حضرت مسیح ناصریؑ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا تو کچھ قومیں جو ہوشیار ہوں گی وہ مجھے مان لیں گی لیکن کچھ اپنی غفلت کی وجہ سے مجھے ماننے سے محروم رہ جائیں گی۔

پس اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رؤیا کی حالت میں مَیں ان سے کہتا ہوں کہ میں وہ ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ اور جب میں یہ کہتا ہوں کہ میں وہ ہوں جس کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں انتظار کر رہی تھیں تو کچھ نوجوان عورتیں جو سات یا نو ہیں اور جو کنارۂ سمندر پر بیٹھی ہوئی میری طرف دیکھ رہی تھیں ان الفاظ کے سنتے ہی دوڑتے ہوئے میری طرف آئیں اور انہوں نے میرے اردگرد گھیرا ڈال لیا اور کہا ہاں ہاں تم سچ کہتے ہو ہم انیس سو سال سے تمہارا انتظار کر رہی تھیں . . .

میں آج اسی واحد و قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ و تصرف میں میری جان ہے کہ میں نے جو رؤیا بتائی ہے وہ مجھے اسی طرح آئی ہے . . .

میں خدا کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ میں نے کشفی حالت میں کہا اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُهٗ وَخَلِیْفَتُهٗ اور میں نے اس کشف میں خدا کے حکم سے یہ کہا کہ **میں وہ ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔**

پس میں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے۔"

("دعویٰ مصلح موعود کے متعلق پر شوکت اعلان" انوار العلوم جلد 17 صفحہ 161,160)

❁❁❁❁❁

حضرت مصلح موعودؓ کے چند پر شوکت بیانات

مَیں... خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں

(مرسلہ: ابو عبد اللہ)

اللہ تعالیٰ نے ایک خواب کے ذریعہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب پر منکشف فرمایا کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں۔ چنانچہ آپؓ نے 28 جنوری 1944ء کو قادیان دار الامان میں اپنے خطبہ جمعہ میں مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔ آپؓ 12 مارچ 1944ء کو بمقام لاہور جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے اس پر شوکت پیشگوئی کے متعلق فرماتے ہیں:

”**میں ہی وہ مصلح موعود ہوں** جس کا حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا تھا اور میرے ذریعہ ہی دور دراز ملکوں میں خدائے واحد کی آواز پہنچے گی، میرے ذریعہ ہی شرک کو مٹایا جائے گا اور میرے ذریعہ ہی محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ خصوصاً مغربی ممالک میں جہاں توحید کا نام مٹ چکا ہے وہاں میرے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ توحید کو بلند کرے گا اور شرک اور کفر کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے گا۔ تب جبکہ خدا نے مجھے یہ خبر دے دی میں نے اس کا دنیا میں اعلان کرنا شروع کر دیا۔

چنانچہ آج مَیں اِس جلسہ میں **اُسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھالینا** لعنتیوں

کا کام ہے اور جس پر افتراء کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں 13 ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ

میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہو گی۔"

("میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں" انوار العلوم جلد 17 صفحہ 239,238)

اسی تقریر میں مزید فرمایا:

"قوموں نے ہماری مخالفت کی، ملکوں نے ہماری مخالفت کی، حکومتوں نے ہماری مخالفت کی مگر خدا نے ہمارا ساتھ دیا اور جس کے ساتھ خدا ہو اُسے نہ حکومتیں نقصان پہنچا سکتی ہیں، نہ سلطنتیں نقصان پہنچا سکتی ہیں، نہ بادشاہتیں نقصان پہنچا سکتی ہیں ... **تم مت سمجھو کہ میں اِس وقت بول رہا ہوں۔ اِس وقت میں نہیں بول رہا بلکہ خدا میری زبان سے بول رہا ہے۔** میرے سامنے دینِ اسلام کے خلاف جو شخص بھی اپنی آواز بلند کرے گا جو شخص میرے مقابلے میں کھڑا ہو گا وہ ذلیل کیا جائے گا، وہ رُسوا کیا جائے گا، وہ تباہ و برباد کیا جائے گا مگر خدا بڑی عزت کے ساتھ میرے ذریعہ اسلام کی ترقی اور اُس کی تائید کے لئے ایک عظیم الشّان بنیاد قائم کر دے گا۔ میں ایک انسان ہوں میں آج بھی مَر سکتا ہوں اور کل بھی مَر سکتا ہوں لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں اِس مقصد میں ناکام رہوں جس کے لئے خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے۔"

("میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں" انوار العلوم جلد 17 صفحہ 243،242)

حضرت مصلح موعودؓ کا تمام دنیا کو چیلنج:

1917ء میں آپؓ نے تمام دنیا کو مندرجہ ذیل الفاظ میں چیلنج دیا:

"میں حضرت مسیح موعودؑ کے بعد تمام دنیا کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کے سچا ہونے کا یقین ہے تو آئے اور آکر ہم سے مقابلہ کرے۔

مجھے تجربہ کے ذریعہ ثابت ہو گیا ہے کہ اسلام ہی زندہ مذہب ہے اور کوئی مذہب اس کے مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ہماری دعائیں سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ اور ایسے حالات میں قبول کرتا ہے جب کہ ظاہری سامان بالکل مخالف ہوتے ہیں۔ اور یہی اسلام کے زندہ مذہب ہونے کی بہت بڑی علامت ہے۔ اگر کسی کو شک و شبہ ہے تو آئے اور

آزمائے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ اگر کوئی ایسے لوگ ہیں جنہیں یقین ہے کہ ہمارا مذہب زندہ ہے تو آئیں ان سے ساتھ جو خدا کا تعلق اور محبت ہے اس کا ثبوت دیں۔ اگر خدا کو ان سے محبت ہو گی تو وہ مقابلہ میں ضرور ان کی مدد اور تائید کرے گا۔ ایک کمزور اور ناتواں انسان اپنے پیاروں کو دکھ اور تکلیف میں دیکھ کر جس قدر اس کی طاقت اور ہمت ہوتی ہے مدد کرتا ہے تو کیا انہوں نے اپنے خدا کو ایک کمزور انسان سے بھی کمزور سمجھ رکھا ہے۔ جو ان کی مدد نہیں کرے گا۔ اگر نہیں **تو میں ان کو چیلنج دیتا ہوں کہ مقابلہ پر آئیں تا کہ ثابت ہو کہ خدا کسی کی مدد کرتا ہے اور کس کی دعا سنتا ہے۔** آپ لوگوں کو چاہئے کہ اپنی طرف سے لوگوں کو اس مقابلہ کے لئے کھڑا کریں۔ لیکن اس کے لئے یہ نہیں ہے کہ ہر ایک کھڑا ہو کر کہہ دے کہ میں مقابلہ کرتا ہوں بلکہ ان کو مقابلہ پر آنا چاہئے جو کسی مذہب یا فرقہ کے قائم مقام ہوں۔ اس وقت دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کس کی دعا قبول کرتا ہے۔ **میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہماری ہی دعا قبول ہو گی۔** افسوس ہے کہ مختلف مذاہب کے بڑے لوگ اس مقابلہ پر آنے سے ڈرتے ہیں اگر وہ مقابلہ کے لئے نکلیں تو ان کو ایسی شکست نصیب ہو گی کہ پھر مقابلہ کرنے کی انہیں جرأت ہی نہ رہے گی۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام سچا ہے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب سچے ہیں۔ اس کے فیصلے کا آسان طریق یہ ہے کہ مشاہدہ کر لیا جائے کہ کون سا مذہب سچا ہے۔ اور جب مشاہدہ ہو سکتا ہے تو پھر کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ لیکن اس میدان میں صرف اسلام ہی کھڑا رہے گا۔ اور ہم اس کا ثبوت دینے کے لئے آج بھی تیار ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اسلام ہی کی تائید کرے گا۔

(''زندہ مذہب'' انوارالعلوم جلد3 صفحہ 613)

خدا نے مجھے اس غرض کے لیے کھڑا کیا ہے کہ مَیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ یہ اعلان فرماتے ہوئے کہ ''مَیں ہی مصلح موعود ہوں'' فرمایا کہ

''**مَیں کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں** اور مجھے ہی اللہ تعالیٰ نے ان پیشگوئیوں کا مورد بنایا ہے جو ایک آنے والے موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائیں۔ جو شخص سمجھتا ہے کہ مَیں نے افترا سے کام لیا ہے یا اس بارہ میں جھوٹ اور کذب بیانی کا ارتکاب کیا ہے وہ آئے اور

اس معاملہ میں میرے ساتھ مباہلہ کرلے اوریا پھر اللہ تعالیٰ کی مؤکد بعذاب قسم کھا کر اعلان کر دے کہ اسے خدا نے کہا ہے کہ مَیں جھوٹ سے کام لے رہا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ خود بخود اپنے آسمانی نشانات سے فیصلہ فرمادے گا کہ کون کاذب ہے اور کون صادق۔...

غرض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رحم سے وہ پیشگوئی جس کے پورا ہونے کا ایک لمبے عرصہ سے انتظار کیا جارہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق اپنے الہام اور اعلام کے ذریعہ مجھے بتا دیا ہے کہ پیشگوئی میرے وجود میں پوری ہو چکی ہے اور اب دشمنانِ اسلام پر خدا تعالیٰ نے کامل حجت کر دی ہے اور ان پر یہ امر واضح کر دیا ہے کہ اسلام خدا تعالیٰ کا سچا مذہب، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے سچے فرستادہ ہیں۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو اسلام کو جھوٹا کہتے ہیں۔ کاذب ہیں وہ لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب کہتے ہیں۔ خدا نے اس عظیم الشان پیشگوئی کے ذریعہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

بھلا کس شخص کی طاقت تھی کہ وہ 1886ء میں آج سے پورے اٹھاون سال قبل اپنی طرف سے یہ خبر دے سکتا کہ اس کے ہاں نو سال کے عرصہ میں ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ وہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا میں پھیلائے گا۔ وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وہ جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا اور خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کی قربت اور اس کی رحمت کا وہ ایک زندہ نشان ہو گا۔ یہ خبر دنیا کا کوئی انسان اپنے پاس سے نہیں دے سکتا تھا۔ خدا نے یہ خبر دی اور پھر اسی خدا نے اس خبر کو پورا کیا اس انسان کے ذریعہ جس کے متعلق ڈاکٹر یہ امید نہیں رکھتے تھے کہ وہ زندہ رہے گا یا لمبی عمر پائے گا۔ میری صحت بچپن میں ایسی خراب تھی کہ ایک موقع پر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے میرے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہہ دیا کہ اسے سِل ہو گئی ہے۔ کسی پہاڑی مقام پر اسے بھجوا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے شملہ بھجوا دیا مگر وہاں جا کر مَیں اداس ہو گیا اور اس وجہ سے جلدی ہی واپس آگیا۔

غرض ایسا انسان جس کی صحت کبھی ایک دن بھی اچھی نہیں ہوئی اس انسان کو خدا نے زندہ رکھا اور اس لیے زندہ رکھا کہ اس کے ذریعہ اپنی پیشگوئیوں کو پورا کرے اور اسلام اور احمدیت کی صداقت کا ثبوت لوگوں کے سامنے مہیا کرے۔

پھر مَیں وہ شخص تھا جسے علوم ظاہری میں سے کوئی علم حاصل نہیں تھا مگر خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لیے بھجوایا اور مجھے قرآن کے ان مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ وہ علم جو خدا نے مجھے عطا فرمایا، وہ چشمہ روحانی جو میرے سینہ میں پھوٹا وہ خیالی یا قیاسی نہیں ہے بلکہ ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ **مَیں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے قرآن سکھایا گیا ہے تو مَیں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔**

لیکن مَیں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ **خدا نے مجھے علم قرآن بخشا ہے** اور اس زمانہ میں اس نے قرآن سکھانے کے لیے مجھے دنیا کا استاد مقرر کیا ہے۔ خدا نے مجھے اس غرض کے لیے کھڑا کیا ہے کہ مَیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور **اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں**۔ دنیا زور لگالے، وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کرلے، عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لیے متحد ہو جائیں پھر بھی **مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی** اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔

اے میرے دوستو! مَیں اپنے لیے کسی عزت کا خواہاں نہیں نہ جب تک خدا تعالیٰ مجھ پر ظاہر کرے کسی مزید عمر کا امیدوار۔ ہاں خدا تعالیٰ کے فضل کا مَیں امیدوار ہوں اور مَیں کامل یقین رکھتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی عزت کے قیام میں اور دوبارہ اسلام کو اپنے پاؤں پر کھڑے کرنے اور مسیحیت کے کچلنے میں میرے گذشتہ یا آئندہ کاموں کا ان شاء اللہ بہت کچھ حصہ ہو گا اور وہ ایڑھیاں جو شیطان کا سر کچلیں گی اور مسیحیت کا خاتمہ کریں گی ان میں سے ایک ایڑھی میری بھی ہو گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مَیں اس سچائی کو نہایت کھلے طور پر ساری دنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یہ آواز وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی آواز ہے۔ یہ مشیت وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی مشیت ہے۔ یہ سچائی نہیں ٹلے گی نہیں ٹلے گی اور نہیں ٹلے گی۔ اسلام دنیا پر غالب آکر رہے گا۔ مسیحیت دنیا میں مغلوب ہو کر رہے گی۔ اب کوئی سہارا نہیں جو عیسائیت کو میرے حملوں سے بچا سکے۔ خدا میرے ہاتھ سے اس کو شکست دے گا اور یا تو میری زندگی میں ہی اس کو اس طرح کچل کر رکھ دے گا کہ وہ سر اٹھانے کی بھی تاب نہیں رکھے گی اور یا پھر میرے بوئے ہوئے بیج سے وہ درخت پیدا ہو گا جس کے سامنے عیسائیت ایک خشک جھاڑی کی طرح مرجھا کر رہ جائے گی اور دنیا میں چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا انتہائی بلندیوں پر اڑتا ہوا دکھائی دے گا۔

مَیں اس موقع پر جہاں آپ لوگوں کو یہ بشارت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کو پورا کر دیا جو مصلح موعود کے ساتھ تعلق رکھتی تھی وہاں مَیں آپ لوگوں کو ان ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں۔ جو آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہیں آپ لوگ جو میرے اس اعلان کے مصدِق ہیں۔ آپ کا اولین فرض یہ ہے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک اسلام اور احمدیت کی فتح اور کامیابی کے لیے بہانے کے لیے تیار ہو جائیں۔ بیشک آپ لوگ خوش ہو سکتے ہیں کہ خدا نے اس پیشگوئی کو پورا کیا بلکہ مَیں کہتا ہوں کہ آپ کو یقیناً خوش ہونا چاہیئے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود لکھا ہے کہ تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔ پس مَیں تمہیں خوش ہونے سے نہیں روکتا۔ مَیں تمہیں اچھلنے کودنے سے نہیں روکتا۔ بیشک تم خوشیاں مناؤ اور خوشی سے اچھلو اور کودو لیکن مَیں کہتا ہوں کہ اس خوشی اور اچھل کود میں تم اپنی ذمہ داریوں کو فراموش مت کرو جس طرح خدا نے مجھے رؤیا میں دکھایا تھا کہ مَیں تیزی کے ساتھ بھاگتا چلا جا رہا ہوں اور زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی جا رہی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے الہاماً میرے متعلق یہ خبر دی ہے کہ مَیں جلد جلد بڑھوں گا۔

پس میرے لیے یہی مقدر ہے کہ مَیں سرعت اور تیزی کے ساتھ اپنے قدم ترقیات کے میدان میں بڑھاتا چلا جاؤں۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپ لوگوں پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے قدم کو تیز کریں اور اپنی سست روی کو ترک کر دیں۔ مبارک ہے وہ جو میرے قدم کے ساتھ اپنے قدم کو ملاتا اور سرعت کے ساتھ ترقیات کے میدان میں دوڑتا چلا

جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو سستی اور غفلت سے کام لے کر اپنے قدم کو تیز نہیں کرتا اور میدان میں آگے بڑھنے کی بجائے منافقوں کی طرح اپنے قدم کو پیچھے ہٹالیتا ہے۔

اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو، اگر تم اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر سمجھتے ہو تو قدم بہ قدم اور شانہ بشانہ میرے ساتھ بڑھتے چلے آؤ تا کہ ہم کفر کے قلب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا گاڑ دیں اور باطل کو ہمیشہ کے لیے صفحہ عالم سے نیست و نابود کر دیں اور انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ زمین اور آسمان ٹل سکتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی باتیں کبھی ٹل نہیں سکتیں۔"

("الموعود" انوار العلوم جلد 17 صفحہ 645 تا 649)

حضرت المصلح الموعودؓ پیشگوئی مصلح موعود میں مذکور "وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا" کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"وہ علومِ ظاہری سیکھے گا نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اُسے یہ علوم سکھائے جائیں گے۔ یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ وہ علومِ ظاہری میں خوب مہارت رکھتا ہو گا بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ وہ علوم ظاہری سے پُر کیا جائے گا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اور طاقت اُسے یہ علومِ ظاہری سکھائے گی۔...

وہ علومِ ظاہری سے پُر کیا جائے گا یہ مفہوم ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علومِ دینیہ اور قرآنیہ سکھلائے جائیں گے اور خدا خود اُس کا معلّم ہو گا۔

میری تعلیم جس رنگ میں ہوئی ہے وہ اپنی ذات میں ظاہر کرتی ہے کہ انسانی ہاتھ میری تعلیم میں نہیں تھا۔"

("الموعود" انوار العلوم جلد 17 صفحہ 565،566)

خدا کا اپنے پاس سے علم دینا اور ہر قسم کے ظاہری اور باطنی علوم سے حصہ عطا فرمانا کے بارہ میں حضرت المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خدا! میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے رحمت کا نشان دکھا، تو مجھے قدرت اور قربت کا نشان عطا فرما۔ پس یہ نشان تو ایسے قریب ترین عرصہ میں ظاہر ہونا چاہیئے تھا جبکہ وہ لوگ زندہ موجود ہوتے جنہوں نے یہ نشان طلب کیا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ 1889ء میں جب میری پیدائش اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے ماتحت ہوئی تو وہ لوگ زندہ موجود تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ نشان مانگا تھا پھر جوں جوں میں بڑھا اللہ تعالیٰ کے نشانات زیادہ سے زیادہ ظاہر ہوتے چلے گئے۔

بچپن میں میری صحت نہایت کمزور تھی پہلے کالی کھانسی ہوئی اور پھر میری صحت ایسی گر گئی کہ گیارہ بارہ سال کی عمر تک میں موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہا اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا رہا کہ میری زیادہ لمبی عمر نہیں ہو سکتی۔اِسی دَوران میں میری آنکھیں دُکھنے آگئیں اور اِس قدر دُکھیں کہ میری ایک آنکھ قریباً ماری گئی۔ چنانچہ اس میں سے مجھے بہت کم نظر آتا ہے۔ پھر جب میں اور بڑا ہوا تو متواتر چھ سات ماہ تک مجھے بخار آتا رہا۔اور سِل اور دِق کا مریض مجھے قرار دے دیا گیا۔ اِن وجوہ سے میں باقاعدہ پڑھائی بھی نہیں کر سکتا تھا۔لاہور کے ہی ماسٹر فقیر اللہ صاحب جن کی مسلم ٹاؤن میں کوٹھی ہے ہمارے سکول میں حساب پڑھایا کرتے تھے۔اُنہوں نے ایک دفعہ میرے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس شکایت کی کہ پڑھنے نہیں آتا اور اکثر غائب رہتا ہے۔میں ڈرا کہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض ہوں گے مگر آپؑ فرمانے لگے ماسٹر صاحب! اِس کی صحت کمزور رہتی ہے ہم اتنا ہی شکر کرتے ہیں کہ یہ کبھی کبھی مدرسہ میں چلا جاتا ہے اور کوئی بات اِس کے کانوں میں پڑ جاتی ہے زیادہ زور اس پر نہ دیں۔بلکہ مجھے یاد ہے آپؑ نے یہ بھی فرمایا ہم نے حساب سکھا کر اسے کیا کرنا ہے۔کیا ہم نے اِس سے کوئی دُکان کرانی ہے۔قرآن اور حدیث پڑھ لے گا تو کافی ہے۔

غرض میری صحت ایسی کمزور تھی کہ دنیا کے علم پڑھنے کے میں بالکل نا قابل تھا،میری نظر بھی کمزور تھی۔مَیں پرائمری مڈل اور انٹرنس کے امتحان میں فیل ہوا ہوں کسی امتحان میں پاس نہیں ہوا۔ مگر **خدا نے میرے متعلق خبر دی تھی کہ میں علومِ ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جاؤں گا**۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ دُنیوی علوم میں سے کوئی علم میں نے نہیں پڑھا اللہ تعالیٰ نے ایسی عظیم الشان علمی کتابیں میرے قلم سے لکھوائیں کہ دنیا اِن کو پڑھ کر حیران ہے اور وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اِس سے بڑھ کر اسلامی مسائل کے متعلق اور کچھ نہیں لکھا جاسکتا۔ابھی تفسیر کبیر کے نام سے میں نے قرآن کریم کی تفسیر کا ایک حصہ لکھا ہے اسے پڑھ کر بڑے بڑے مخالفوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اِس جیسی آج تک کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی۔پھر ہمیشہ میں لاہور میں آتا رہتا ہوں اور یہاں کے رہنے والے جانتے ہیں کہ مجھ سے کالجوں کے پروفیسر ملنے آتے ہیں، سٹوڈنٹس ملنے آتے ہیں،ڈاکٹر ملنے آتے ہیں، مشہور پلیڈر اور وکیل ملنے آتے ہیں **مگر آج تک ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی بڑے سے بڑے مشہور عالم نے میرے سامنے اسلام اور قرآن پر کوئی اعتراض کیا ہو اور میں نے اسلام اور قرآن کی تعلیم کی روشنی میں ہی اُسے ساکت اور لاجواب نہ کر دیا ہو اور اسے یہ تسلیم نہ کرنا پڑا ہو کہ واقعہ میں اسلام کی تعلیم پر کوئی حقیقی اعتراض نہیں ہو سکتا۔**

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو میرے شامل حال ہے ورنہ میں نے دُنیوی علوم کے لحاظ سے کوئی علم نہیں سیکھا لیکن میں اِس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ خدا نے مجھے اپنے پاس سے علم دیا اور خود مجھے ہر قسم کے ظاہری اور باطنی علوم سے حصہ عطا فرمایا۔

مَیں ابھی بچہ ہی تھا کہ مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک گھنٹی بجی ہے اور اُس میں سے ٹن کی آواز پیدا ہوئی ہے جو بڑھتے بڑھتے ایک تصویر کے فریم کی صورت اختیار کر گئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ اُس فریم میں ایک تصویر نمودار ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تصویر ہلنی شروع ہوئی اور پھر یکدم اُس میں سے کود کر ایک وجود میرے سامنے آگیا اور اُس نے کہا میں خدا کا فرشتہ ہوں اور تمہیں قرآن کریم کی تفسیر سکھانے کے لئے آیا ہوں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ تب اُس نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کر دی وہ سکھاتا گیا، سکھاتا گیا اور سکھاتا گیا یہاں تک کہ جب وہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ تک پہنچا تو کہنے لگا آج تک جتنے مفسر گزرے ہیں اُن سب نے صرف اِس آیت تک تفسیر لکھی ہے لیکن میں تمہیں اِس کے آگے بھی تفسیر سکھاتا ہوں۔ چنانچہ اُس نے ساری سورۃ فاتحہ کی تفسیر مجھے سکھا دی۔

اِس رؤیا کے معنی در حقیقت یہی تھے کہ فہمِ قرآن کا ملکہ میرے اندر رکھ دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ ملکہ میرے اندر اِس قدر ہے کہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں اور جس مجلس میں چاہو مَیں یہ دعویٰ کرنے کے لئے تیار ہوں کہ سورۃ فاتحہ سے ہی میں تمام اسلامی علوم بیان کر سکتا ہوں۔

میں ابھی چھوٹا ہی تھا سکول میں پڑھا کرتا تھا کہ ہمارے سکول کی فٹ بال ٹیم امرتسر کے خالصہ کالج کی ٹیم سے کھیلنے کے لئے گئی۔ مقابلہ ہوا اور ہماری ٹیم جیت گئی۔ اس پر باوجود اُس مخالفت کے جو مسلمان ہماری جماعت کے ساتھ رکھتے ہیں چونکہ ایک رنگ میں مسلمانوں کی عزت افزائی ہوئی تھی اِس لئے امرتسر کے ایک رئیس نے ہماری ٹیم کو چائے کی دعوت دی۔ جب ہم وہاں گئے تو مجھے تقریر کرنے کے لئے کھڑا کر دیا گیا۔ میں نے اس تقریر کے لئے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ جب مجھے کھڑا کیا گیا تو معاً مجھے یہ رؤیا یاد آگیا اور میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا! تیرا فرشتہ مجھے خواب میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھا گیا تھا۔ آج میں اس بات کا امتحان لینا چاہتا ہوں کہ یہ خواب تیری طرف سے تھا یا میرے نفس کا دھوکا تھا۔ اگر یہ خواب تیری طرف سے تھا تو مجھے سورہ فاتحہ کا ہی آج کوئی ایسا نکتہ بتا جو اِس سے پہلے دنیا کے کسی مفسر نے بیان نہ کیا ہو۔ چنانچہ اِس دعا کے معاً بعد خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ایک نکتہ ڈالا اور میں نے کہا دیکھو!

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی ہے کہ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ۔ اے مسلمانو! تم پانچ نمازوں میں اور اپنی نماز کی ہر رکعت میں یہ دعا کیا کرو کہ ہم مَغْضُوْب اور ضَآلّ نہ بن جائیں۔ مَغْضُوْب کے معنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثوں میں خود بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں مَغْضُوْب کے معنی ہیں اَلْیَھُوْد اور ضَآلّ کے معنی ہیں نصاریٰ۔

پس غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ سے مراد یہ تھا کہ الٰہی! ہم یہودی نہ بن جائیں اور وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ سے مراد یہ تھا کہ ہم نصاریٰ نہ بن جائیں۔ اِس امر کی مزید وضاحت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **اِس اُمت میں ایک مسیح آئے گا۔ پس جو لوگ اُس کا انکار کریں گے وہ لازماً یہود صفت بن جائیں گے۔** دوسری طرف آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ عیسائیت کا فتنہ ایک زمانہ میں خاص طور پر بڑھ جائے گا۔ لوگ روٹی کے لئے، ملازمت کے لئے، سوسائٹی میں عزت حاصل کرنے کے لئے عیسائیت اختیار کر لیں گے یا دھوکا کھا کر اور اپنے مذہب کی تعلیم کو نہ سمجھ کر عیسائیت قبول کر لیں گے۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی اور اُس وقت نہ عیسائی اسلام کے زیادہ مخالف تھے اور نہ یہودی اسلام کے زیادہ مخالف تھے۔ اُس وقت سب سے زیادہ مخالفت مکہ کے بُت پرستوں کی طرف سے کی جاتی تھی۔ مگر دعا یہ نہیں سکھائی گئی کہ الٰہی! ہم بُت پرست نہ بن جائیں بلکہ دعا یہ سکھائی گئی ہے کہ الٰہی! ہم یہودی یا نصاریٰ نہ بن جائیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اِس سورۃ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی فرمادی تھی کہ مکہ کے بُت پرست ہمیشہ کے لئے مٹا دیئے جائیں گے اور اُن کا نام ونشان تک باقی نہیں رہے گا۔ پس اِس بات کی ضرورت ہی نہیں کہ ان کے متعلق مسلمانوں کو کوئی دعا سکھائی جائے۔ ہاں یہودیت اور عیسائیت یا دونوں باقی رہیں گے اور تمہارے لئے ضروری ہوگا کہ ان کے فتنہ سے بچنے کے لئے ہمیشہ دعائیں کرتے رہو۔

جب میری یہ تقریر ہو چکی تو بعد میں بڑے بڑے رؤسا مجھے ملے اور کہنے لگے آپ نے قرآن خوب پڑھا ہوا ہے۔ ہم نے تو اپنی ساری عمر میں یہ نکتہ پہلی دفعہ سنا ہے۔ چنانچہ واقعہ یہی ہے ساری تفسیروں کو دیکھ لو کسی مفسر قرآن نے آج تک یہ نکتہ بیان نہیں کیا۔ حالانکہ میری عمر اُس وقت بیس سال کی تھی جب اللہ تعالیٰ نے یہ نکتہ مجھ پر کھولا۔“

(”میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔“ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 223 تا 227)

قرآن کریم کے علوم کی کنجی ملنے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتہ کے ذریعہ مجھے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا ہے اور میرے اندر اُس نے ایسا ملکہ پیدا کر دیا ہے جس طرح کسی کو خزانہ کی کنجی مل جاتی ہے اِسی طرح مجھے قرآن کریم کے علوم کی کنجی مل چکی ہے۔ دنیا کا کوئی عالم نہیں جو میرے سامنے آئے اور میں قرآن کریم کی افضیلت اُس پر ظاہر نہ کر سکوں۔“

لاہور میں آپ لیکچر دے رہے تھے۔ فرمایا کہ:

”یہ لاہور شہر ہے۔ یہاں یونیورسٹی موجود ہے۔ کئی کالج یہاں کھلے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے علوم کے ماہر اس جگہ پر پائے جاتے ہیں۔ میں ان سب سے کہتا ہوں کہ دنیا کے کسی علم کا ماہر میرے سامنے آجائے، دنیا کا کوئی پروفیسر میرے سامنے آجائے، دنیا کا کوئی سائنسدان میرے سامنے آجائے اور وہ اپنے علوم کے ذریعہ قرآن کریم پر حملہ کر کے دیکھ لے۔ مَیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے ایسا جواب دے سکتا ہوں کہ دنیا تسلیم کرے گی کہ اس کے اعتراض کا ردّ ہو گیا اور مَیں دعویٰ کرتا ہوں کہ مَیں خدا کے کلام سے ہی اس کو جواب دوں گا اور قرآن کریم کی آیات کے ذریعہ سے ہی اس کے اعتراضات کو ردّ کر کے دکھادوں گا۔“

(”میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔“ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 227)

مزید فرماتے ہیں:

”میرا دعویٰ ہے کہ کسی مذہب و ملت کا آدمی روحانی علوم میں سے کسی مضمون کے متعلق بھی جو کچھ اپنی ساری کتاب میں سے نکال سکتا ہے اُس سے بڑھ کر مضامین خدا تعالیٰ کے فضل سے میں صرف سورۂ فاتحہ میں سے نکال سکتا ہوں۔ مدتوں سے میں دنیا کو یہ چیلنج دے رہا ہوں مگر آج تک کسی نے اس چیلنج کو قبول نہیں کیا۔ ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت، توحیدِ الٰہی کا ثبوت، رسالت اور اس کی ضرورت، شریعت کاملہ کی علامات اور بنی نوع انسان کے لئے اس کی ضرورت، دعا، تقدیر، حشر و نشر، جنت و دوزخ، ان تمام مضامین پر سورۂ فاتحہ سے ایسی روشنی پڑتی ہے کہ دوسری کتب کے سینکڑوں صفحات بھی اتنی روشنی انسان کو نہیں پہنچاتے۔“ (”احمدیت کا پیغام“ انوار العلوم جلد 20 صفحہ 567)

آپؓ اللہ تعالیٰ کی جناب سے قرآنی علوم کے دیئے جانے کے متعلق فرماتے ہیں:

”عہدہ خلافت کو سنبھالنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآنی علوم اتنی کثرت کے ساتھ کھولے کہ اب قیامت تک

امت مسلمہ اس بات پر مجبور ہے کہ میری کتابوں کو پڑھے اور ان سے فائدہ اٹھائے۔

وہ کون سا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔ مسئلہ نبوت، مسئلہ کفر، مسئلہ خلافت، مسئلہ تقدیر، قرآنی ضروری امور کا انکشاف، اسلامی اقتصادیات، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرت وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا۔ مجھے خدا نے اس خدمت دین کی توفیق دی اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے ہی ان مضامین کے متعلق قرآن کے معارف کھولے جن کو آج دوست اور دشمن سب نقل کر رہے ہیں۔ مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے، مجھے لاکھ برُا بھلا کہے، جو شخص اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا اسے میرا خوشہ چیں ہونا پڑے گا۔ اور وہ میرے احسان سے کبھی باہر نہیں جا سکے گا چاہے پیغامی ہوں یا مصری۔

ان کی اولادیں جب بھی دین کی خدمت کا ارادہ کریں گی وہ اس بات پر مجبور ہوں گی کہ میری کتابوں کو پڑھیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں بلکہ مَیں بغیر فخر کے کہہ سکتا ہوں کہ اس بارہ میں سب خلفاء سے زیادہ مواد میرے ذریعہ سے جمع ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ پس مجھے یہ لوگ خواہ کچھ کہیں، خواہ کتنی بھی گالیاں دیں ان کے دامن میں اگر قرآن کے علوم پڑیں گے تو میرے ذریعہ ہی اور دنیا ان کو یہ کہنے پر مجبور ہو گی کہ **اے نادانو! تمہاری جھولی میں تو جو کچھ بھرا ہوا ہے وہ تم نے اسی سے لیا ہے۔** پھر اس کی مخالفت تم کس منہ سے کر رہے ہو؟“

(”خلافت راشدہ“ انوار العلوم جلد 15 صفحہ 587-588)

حضرت المصلح الموعودؓ کی ”اولوالعزمی “:

آپؓ اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کے مرسل جب آتے ہیں اُس وقت ہر شخص جو اُن کی جماعت میں داخل ہوتا ہے یہ سمجھتا ہے کہ دین کا کام میرے سوا اور کسی نے نہیں کرنا۔ جب وہ یہ سمجھ لے تو وہ اس کی انجام دہی کے لئے اپنی ساری قوتیں صرف کر دیتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ مجنوں بن جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے تو میں نے اس قسم کی آوازیں سنیں کہ آپ کی وفات بے وقت ہوئی ہے۔ ایسا کہنے والے یہ تو نہیں کہتے تھے کہ نعوذ باللہ آپ جھوٹے ہیں۔ مگر یہ کہتے تھے کہ وفات ایسے وقت میں ہوئی ہے جبکہ آپ نے خدا تعالیٰ کا پیغام اچھی طرح نہیں پہنچایا اور پھر آپ کی بعض پیشگوئیاں بھی پوری نہیں ہوئیں۔“ فرماتے ہیں کہ ”میری عمر اُس وقت انیس سال کی تھی۔ میں نے جب اس قسم کے

فقرات سنے تو میں آپ کی لاش کے سرہانے جا کر کھڑا ہو گیا اور **میں نے خدا تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے دعا کی کہ اے خدا! یہ تیرا محبوب تھا جب تک یہ زندہ رہا اُس نے تیرے دین کے قیام کے لئے بے انتہا قربانیاں کیں۔ اب جبکہ اُس کو تو نے اپنے پاس بلا لیا ہے** لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس کی وفات بے وقت ہوئی ہے۔ ممکن ہے ایسا کہنے والوں یا ان کے باقی ساتھیوں کے لئے اس قسم کی باتیں ٹھوکر کا موجب ہوں اور جماعت کا شیرازہ بکھر جائے۔

اس لئے **اے خدا! مَیں تجھ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت بھی تیرے دین سے پھر جائے تو مَیں اس کے لئے اپنی جان لڑا دوں گا۔** اُس وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ کام میں نے ہی کرنا ہے اور یہی ایک چیز تھی جس نے انیس سال کی عمر میں ہی میرے دل کے اندر ایک ایسی آگ بھر دی کہ میں نے اپنی ساری زندگی دین کی خدمت میں لگا دی اور باقی تمام مقاصد کو چھوڑ کر صرف یہی ایک مقصد اپنے سامنے رکھ لیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کام کے لئے تشریف لائے تھے وہ اب میں نے ہی کرنا ہے۔ وہ عزم جو اُس وقت میرے دل کے اندر پیدا ہوا تھا، آج تک میں اُس کو نِت نئی چاشنی کے ساتھ اپنے اندر پاتا ہوں اور وہ عہد جو اُس وقت میں نے آپ کی لاش کے سرہانے کھڑا ہو کر کیا تھا وہ خضرِ راہ بن کر مجھے ساتھ لئے جاتا ہے۔“

(”قومی ترقی کے دو اہم اصول“ انوار العلوم جلد 19 صفحہ 75,74)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے علمی کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی عمر کے آخری دَور میں سب سے بڑی یہ خواہش تھی کہ آپؓ کی زندگی میں آپؓ کے ذریعہ پورے قرآنِ مجید کا ایک معیاری اور بامحاورہ اردو ترجمہ مع مختصر مگر جامع نوٹوں کے شائع ہو جائے۔

سفر یورپ 1955ء سے واپسی کے بعد اگرچہ حضورؓ کی طبیعت اکثر ناساز رہتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ موعود کی روح القدس سے ایسی زبردست تائید فرمائی کہ جون 1956ء میں گرمیوں میں مری کے پہاڑوں پر گئے تو وہاں آپؓ نے ترجمہ قرآن املا کرانا شروع کیا جو خدا کے فضل سے 25 اگست 1956ء کی عصر تک مکمل ہو گیا اور یہ نخلہ ایک جگہ

تھی جو کلر کہار کے قریب چھوٹا سا پُر فضا مقام ہے وہاں آپؓ نے چھوٹی سی ایک بستی بنائی تھی جہاں یہ کام کیا۔ اس کے بعد پھر اس کی نظرِ ثانی ہوئی۔ پھر نظر ثالث ہوئی۔ کتابت ہوئی۔ پروف ریڈنگ وغیرہ ہوئی۔ اس کے بہت سارے کام ہوئے اور تفسیر صغیر 15 نومبر 1957ء کو طبع ہو کر مکمل تیار ہو گئی۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 522 تا 531)

حضرت مصلح موعودؓ نے تفسیر صغیر کے بارے میں ایک جگہ فرمایا کہ

"میری رائے یہ ہے کہ اس وقت تک قرآن کریم کے جتنے ترجمے ہو چکے ہیں ان میں سے کسی ترجمہ میں بھی اردو محاورے اور عربی محاورے کا اتنا خیال نہیں رکھا گیا جتنا اس میں رکھا گیا ہے۔"

عام طور پر دیکھیں اور خصوصاً اس کے نوٹس میں بھی نظر آ جاتا ہے کہ آپؓ نے ترجمہ میں محاورے کا خیال رکھا ہے۔ "یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اتنے تھوڑے عرصہ میں ایسا عظیم الشان کام سرانجام دینے کی توفیق عطا فرما دی۔" فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے اس بڈھے اور کمزور انسان سے وہ عظیم الشان کام کروالیا جو بڑے بڑے طاقتور بھی نہ کر سکے۔" فرماتے ہیں

"گذشتہ تیرہ سو سال میں بڑے بڑے قوی نوجوان گزرے ہیں مگر **جو کام اللہ تعالیٰ نے مجھے سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی ہے اس کی ان میں سے کسی کو بھی توفیق نہیں ملی**۔ درحقیقت یہ کام خدا کا ہے اور وہ جس سے چاہتا ہے کروالیتا ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 525,526)

پھر ایک اَور جگہ آپؓ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے ... قرآنِ شریف کا سارا ترجمہ مکمل ہو گیا۔ یعنی **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ** سے **وَالنَّاس** تک مع تفسیر صغیر کے جس کے متعلق تفسیر کبیر سے مقابلہ کرنے سے یہ پتہ لگا ہے کہ کئی مضامین اختصاراً اس میں ایسے آئے ہیں کہ تفسیر کبیر میں بھی نہیں۔" (تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 530)

پھر تفسیر القرآن انگریزی کا بھی ایک اہم کام ہوا جسے ہم فائیو والیم کمنٹری (Five Volume Commentary)

کہتے ہیں۔ اس تفسیر کے شروع میں حضرت مصلح موعودؓ کے قلم سے لکھا ہوا ایک نہایت پُر معارف دیباچہ بھی شامل ہے جس میں دوسرے صحفِ سماوی کی موجودگی میں قرآن مجید کی ضرورت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور جمع القرآن اور قرآنی تعلیمات پر بالکل اچھوتے اور دلآویز پیرائے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس دیباچے کے آخر میں **شکریہ و اعتراف کے زیر عنوان** تحریر فرمایا کہ مَیں اس دیباچے کے آخر میں مولوی شیر علی صاحب کی ان بے نظیر خدمات کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے باوجود صحت کی خرابی کے قرآن کریم کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے متعلق کی ہیں۔

اسی طرح ملک غلام فرید صاحب، خان بہادر چودھری ابوالہاشم خان صاحب مرحوم اور مرزا بشیر احمد صاحب بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ انہوں نے ترجمے پر تفسیری نوٹ میری مختلف تقریروں اور کتابوں اور درسوں کا خلاصہ نکال کر درج کیے ہیں۔ پھر اس میں آپؓ نے یہ بھی لکھا کہ میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کا شاگرد ہونے کی وجہ سے کئی مضامین میری تفسیر میں لازماً ایسے آئے ہیں جو مَیں نے اُن سے سیکھے۔

اس لیے اس تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر بھی، حضرت خلیفہ اوّلؓ کی تفسیر بھی اور میری تفسیر بھی آجائے گی اور چونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی روح سے ممسوح کر کے ان علوم سے سرفراز فرمایا تھا جو اس زمانے کے لیے ضروری ہیں اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ **یہ تفسیر بہت سے بیماروں کو شفا دینے کا موجب ہوگی۔** بہت سے اندھے اس کے ذریعہ سے آنکھیں پائیں گے۔ بہرے سننے لگ جائیں گے۔ گونگے بولنے لگ جائیں گے۔ لنگڑے اور اپاہج چلنے لگ جائیں گے اور **اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کے مضامین کو برکت دیں گے اور یہ اس غرض کو پورا کرے گی جس غرض کے لیے یہ شائع کی جارہی ہے۔** اللّٰھم آمین۔

(ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 508,507)"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 17 فروری 2023ء)

❁❁❁❁❁

ایک اعتراض کا جواب:

کیا قرآن شریف بائبل کی نقل ہے؟ (نعوذ باللہ)

(ایم۔ناصر)

مخالفین اسلام جو اعتراضات قرآن شریف پر کرتے ہیں ان میں یہ مضحکہ خیز اعتراض بھی ہے کہ قرآن شریف پرانے اور نئے عہد نامہ کی نقل ہے۔ یہ اعتراض کرنے والوں کی عقل پر تعجب ہوتا ہے اگر یہی بات تھی تو پرانے اور نئے عہد نامہ والوں نے قرآن شریف کی اس قدر مخالفت کیوں کی ان کو تو مخالفت کے بجائے خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے تھا کہ قرآن ہماری کتابوں کی نقل کرتا ہے۔

درج ذیل مضمون میں اختصار کے ساتھ اُن اہم اور بنیادی اختلافات کا ذکر ہے جو قرآن شریف نے اس بائبل سے کئے جو قرآن کے نزول کے وقت رائج تھی۔

(1) **قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی توحید پر غیر معمولی زور دیتا ہے** اور جس توحید کو انگریزی میں absolute unity کہا جاتا ہے اس کا پرزور مدعی ہے۔

مگر بائبل کے ماننے والوں کی غالب اکثریت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ بائبل الوہیت میں تین اقانیم کی تعلیم دیتی ہے جو باپ بیٹا اور روح القدس کہلاتے ہیں اور یہ تینوں الگ الگ بھی کلیۃً ممتاز ہیں۔ اور باپ بھی کامل خدا ہے، بیٹا بھی کامل خدا ہے اور روح القدس بھی کامل خدا ہے۔

(2) صرف پرانے عہد نامہ کو ماننے والے اگرچہ توحید کا لفظاً اقرار کرتے ہیں مگر پرانے عہد نامہ میں بھی یہ

بیان موجود ہے کہ خدا کے بیٹوں نے انسان کی بیٹیوں سے شادی کی۔(دیکھیں پیدائش باب 6 آیت 2)

(3) قرآن مجید انبیاء اور رسولوں کو بشر قرار دیتا ہے مگر ساتھ ہی ان کو معصوم قرار دیتا ہے۔

مگر بائبل انبیاء اور رسولوں پر حد درجہ ناپاک الزام لگاتی ہے اور ان کو جھوٹ بولنے والا اور حد درجہ ناپاک گناہوں کا مرتکب قرار دیتی ہے۔

(4) **قرآن کریم اپنی تعلیم کو دنیا کے تمام لوگوں**، تمام ممالک، تمام زبانیں بولنے والوں، تمام رنگ و نسل کے لوگوں کے لئے واجب العمل قرار دیتا ہے۔

جبکہ پرانا عہد نامہ بنی اسرائیل کو خدا کی چنیدہ قوم قرار دے کر اپنی تعلیم کو بارہ 12 قبائل کے لئے محدود کرتا ہے۔ اور نئے عہد نامہ میں تو یسوع ناصری صاف صاف فرماتے ہیں کہ وہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ اور ایک غیر اسرائیلی خاتون کو جو صرف یہ درخواست کرتی تھی کہ یسوع اس کی بیٹی کو شفا دے دیں کتے کے لقب سے ملقب کرتا ہے۔(دیکھیں متی کی انجیل باب 15 آیت 22 تا 26)

(5) قرآن شریف سختی سے شراب کی ممانعت کرتا ہے۔

مگر بائبل میں لکھا ہے کہ یسوع ناصری نے پانی کے 6 مٹکوں کو معجزانہ طور پر شراب بنادیا۔

(دیکھیں یوحنا کی انجیل باب 2 آیت 1 تا 10)

(6) قرآن شریف تعدد ازدواج پر 4 کی پابندی عائد کرتا ہے اور 4 کی اجازت بھی شرائط سے مشروط کرتا ہے۔ مگر بائبل میں ایسی کسی پابندی کا بیان نہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام جو عالم عیسائیت کے عقیدہ کے مطابق نبی تھے، پر سینکڑوں شادیوں کا الزام لگاتی ہے۔(دیکھیں 1 سلاطین باب 11 آیت 3)

(7) قرآن شریف جہاں قریبی رشتہ داروں سے شادی پر پابندی لگاتا ہے وہاں نسب کے علاوہ قریبی رضاعی رشتہ داروں سے شادی پر بھی پابندی لگاتا ہے۔

مگر بائبل میں رضاعی رشتہ داروں سے شادی پر کسی پابندی کا ذکر نہیں۔

(8) ورثہ کے بارہ میں قرآن شریف عورتوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور ماں، بیٹی اور بیوی کو مرنے والے کا وارث قرار دیتا ہے۔

مگر بائبل کی رو سے اگر میت کا صرف ایک بیٹا بھی موجود ہو تو کسی عورت رشتہ دار کو ورثہ نہیں ملتا۔ نہ ماں کو نہ

بیویوں کو نہ بیٹی کو۔(دیکھیں گنتی باب 27 آیت 8)

(9) قرآن شریف جارحانہ حملہ کی ہرگز اجازت نہیں دیتا صرف جارحانہ حملہ آور کے حملہ کا دفاع کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

مگر بائبل اس مضمون سے بھری پڑی ہے کہ خدا کے حکم سے بنی اسرائیل نے سات ہمسایہ اقوام پر جارحانہ حملے کئے اور ان کے ملک پر قبضہ کیا اور ان کے مال لوٹ لئے۔(دیکھیں استثنا باب 20 آیت 10 تا 18)

(10) جارحانہ حملہ کرنے والے دشمن کا دفاع کرتے ہوئے بھی اسلام عورتوں، بچوں اور مذہبی گوشہ نشینوں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ مگر بائبل بڑے فخر سے عورتوں اور شیر خوار بچوں کے قتل کا حکم دیتی ہے۔

(دیکھیں استثنا باب 2 آیت 34 نیز باب 3 آیت 6)

(11) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن شریف کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے اور کسی مسلمان کو اجازت نہیں دیتا کہ قرآن شریف میں تحریف کرے۔

مگر بائبل کے نسخہ جات میں اصل لکھنے والوں کے بعد تحریف و تبدیلی لاکھوں سے تجاوز کر چکی ہے۔

(12) قرآن شریف سود لینے پر کلیۃً پابندی لگاتا ہے۔

مگر بائبل یہ پابندی صرف اہل کتاب سے سود لینے پر لگاتی ہے اور غیر اہل کتاب سے سود لینے کو سراسر جائز قرار دیتی ہے۔(دیکھیں استثنا باب 23 آیت 20,19)

(13) قرآن مجید ہر بالغ صحت مند ماننے والے پر رمضان میں روزہ رکھنے کی پابندی لگاتا ہے۔

جبکہ بائبل کی شریعت میں صرف ایک روزہ کا حکم ہے۔(دیکھیں احبار باب 23 آیت 27 تا 32)

(14) قرآن صاف فرماتا ہے کہ جو لوگ حقیقتاً فوت ہو جاتے ہیں دوبارہ زندہ ہو کر اس دنیا میں نہیں آتے۔ مگر پرانا عہد نامہ کچھ فوت شدہ لوگوں کے زندہ ہو کر واپس آنے کا ذکر کرتا ہے۔ جبکہ نیا عہد نامہ تو سینکڑوں لوگوں کے دوبارہ زندہ ہونے کا ذکر کرتا ہے۔(دیکھیں متی کی انجیل باب 27 آیت 53,52)

(15) قرآن ایسی باتوں سے پاک ہے جو بائبل میں ہیں کہ اگر ایک مالک اپنے غلام یا لونڈی کو مارے اور وہ ایک دو دن زندہ رہے تو مالک کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ وہ غلام اس کا مال ہے۔(دیکھیں خروج باب 21 آیت 21,20)

(16) قرآن خودکشی سے سختی سے منع فرماتا ہے مگر بائبل میں اس کی ممانعت کا کوئی حکم مجھے نہیں ملا۔

(17) بائبل میں لکھا ہے کہ کسی جادوگرنی کو جینے نہ دینا۔(دیکھیں خروج باب 22 آیت 18)

قرآن ایسے ظالمانہ احکام سے پاک ہے۔

(18) بائبل کہتی ہے اگر کوئی واحد خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھائے گا تو وہ بالکل نابود کر دیا جائے گا(دیکھیں خروج باب 22 آیت 20)

مگر قرآن فرماتا ہے: **مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ**۔(الکہف: 30)

(19) بائبل میں لکھا ہے کہ اگر بیل کسی مرد یا عورت کو ایسا سینگ مارے کہ وہ مر جائے تو وہ بیل ضرور سنگسار کیا جائے اور اس کا گوشت کھایا نہ جائے۔(دیکھیں خروج باب 21 آیت 28)

جانور کو سنگسار کرنے کے احکامات والی کتاب کے بارہ میں یہ کہنا کہ قرآن اس کی نقل کرتا ہے بالکل غلط الزام ہے۔

(20) بائبل میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو لونڈی ہونے کے لئے بیچ ڈالے...

(دیکھیں خروج باب 21 آیت 7 تا 11)

قرآن اس قسم کے ظالمانہ احکام سے پاک ہے اور بائبل کی نقل سے بالکل منزہ ہے۔

(21) بائبل میں لکھا ہے کہ جو کوڑھی اس بلا میں مبتلا ہو اس کے کپڑے پھٹے اور اس کے سر کے بال بکھرے رہیں اور وہ اپنے اوپر کے ہونٹ کو ڈھانکے اور چلا چلا کہ کہے ناپاک ناپاک... وہ ہے ہی ناپاک۔

(دیکھیں احبار باب 13 آیت 46,45)

قرآن شریف ہرگز بائبل کی نقل نہیں کرتا۔

(22) بائبل میں لکھا ہے جس کے خصیئے کچلے گئے ہوں یا آلت کاٹ ڈالی گئی ہو وہ خداوند کی جماعت میں آنے نہ پائے۔ کوئی حرام زادہ خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو۔ دسویں پشت تک اس کی نسل میں سے کوئی خداوند کی جماعت میں آنے نہ پائے۔(استثنا باب 23 آیت 2,1)

گویا دس پشت تک ان لوگوں کے نام جن پر یہ داغ ہو خواہ وہ کتنے ہی نیک پاک ہوں یہودی معبد میں آنے کی اجازت نہیں۔

قرآن شریف ان باتوں سے پاک ہے کہ نماز باجماعت کے لئے ایسے لوگ نہیں آسکتے۔

قرآن پر بائبل کی نقل کا الزام لگانے والے ہوش کے ناخن لیں۔اس راقم کو ایک دفعہ فلاڈلفیاphiladelphia کے ایک پرنٹنگ پریس میں جانے کا موقعہ ملا تو وہاں ایک ہال کمرے میں 10 لاکھ بائبل کے نسخے چھپ کر تیار پڑے تھے۔ شبہ پڑتا ہے کہ بائبل کے ماننے والے بائبل کو خوبصورت جلدوں میں تیار کر کے اپنے ڈرائنگ روم میں سجاتے ہیں مگر اس کے مضحکہ خیز مضامین پڑھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

(23) بائبل کے ماننے والی اقوام مسلمانوں پر عورت کے عدم احترام کا الزام لگاتی ہیں۔وہ ذرا اس عبارت کو غور سے پڑھیں۔استثنا باب 25 میں لکھا ہے:

”اگر کئی بھائی مل کر ساتھ رہتے ہوں اور ایک ان میں سے بے اولاد مر جائے تو اس مرحوم کی بیوی کسی اجنبی سے بیاہ نہ کرے بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس کے پاس جا کر اسے اپنی بیوی بنالے اور شوہر کے بھائی کا جو حق ہے وہ اس کے ساتھ ادا کرے۔ اور اس عورت کے جو پہلا بچہ ہو وہ اس آدمی کے مرحوم بھائی کے نام کا کہلائے تا کہ اس کا نام اسرائیل میں مٹ نہ جائے۔ اور اگر وہ آدمی اپنی بھاوج سے بیاہ کرنا نہ چاہے تو اس کی بھاوج پھاٹک پر بزرگوں کے پاس جائے اور کہے میرا دیور اسرائیل میں اپنے بھائی کا نام بحال رکھنے سے انکار کرتا ہے اور میرے ساتھ دیور کا حق ادا کرنا نہیں چاہتا۔

تب اسکے شہر کے بزرگ اس آدمی کو بلوا کر اسے سمجھائیں اور اگر وہ اپنی بات پر قائم رہے اور کہے کہ مجھ کو اس سے بیاہ کرنا منظور نہیں۔ تو اسکی بھاوج بزرگوں کے سامنے اس کے پاس جا کر اس کے پاؤں کی جوتی اتارے اور اس کے منہ پر تھوک دے اور یہ کہے کہ جو آدمی اپنے بھائی کا گھر آباد نہ کرے اس سے ایسا ہی کیا جائے گا۔ “

(استثناءباب25آیت5تا9)

<u>قرآن پر اعتراض کرنے والے سن لیں کہ قرآن عورت کے ”اس احترام“ کی ہرگز نقل نہیں کرتا۔</u>

(24) نئے عہدنامہ میں عورت کے احترام کی ایک مثال جو نہ صرف عورت تھی بلکہ ماں تھی یہ لکھی ہے:

”پھر تیسرے دن قانای گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں تھی۔اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی۔ اور جب مے ہو چکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مے نہیں رہی۔ یسوع نے اس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟“(یوحنا باب 2 آیت 1 تا 4)

اب دیکھئے قرآن تو کہتا ہے کہ اپنی ماں کو اف تک نہ کہو۔ قرآن کس طرح اس کتاب کی نقل کر سکتا ہے جو یسوع کا اپنی ماں سے گستاخی کا ذکر کرتی ہے۔

(25) قرآن شریف درخت کو قابل احترام قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ۔(الشعراء: 8)

مگر نئے عہد نامہ میں لکھا ہے کہ یسوع ناصری نے اس بناء پر کہ اس کو بھوک لگی تھی اور انجیر کے درخت میں پھل نہ تھا کیونکہ پھل کا موسم نہ تھا درخت پر لعنت کی اور وہ سوکھ گیا(مرقس باب 11 آیات 12 تا14 اور21,20)

<u>اس لئے جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن بائبل کی نقل کرتا ہے وہ یا قرآن نہیں پڑھتے یا بائبل نہیں پڑھتے۔</u>

(26) لوقا کی انجیل کے شروع میں لکھا ہے:

”چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا۔ اس لئے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں۔“ (لوقا باب1 آیت1 تا3)

لوقا کی انجیل کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ انجیل سراسر انسانی کلام اور انسانی تصنیف ہے مگر قرآن شریف تو ایک ایسی انجیل کا ذکر فرماتا ہے جو مسیح ناصری پر اللہ تعالیٰ کے الہام کے ذریعہ اتاری گئی تھی۔

ظاہر ہے کہ **<u>قرآن شریف بائبل کی نقل نہیں کرتا بلکہ آزادانہ طور پر الہامی حقائق بیان فرماتا ہے۔</u>**

❁❁❁❁❁

قرآن، بائبل اور آثارِ قدیمہ

کیا فرعونِ موسیٰؑ فی الحقیقت ڈوب کر مرا تھا؟

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً . . . (یونس:93)

موازنۂ مذاہب کے جنوری 2025ء کے شمارہ کے ایک مضمون بعنوان "فرعونِ موسیٰؑ کون سا فرعون تھا" میں ثابت کیا گیا تھا کہ بر خلافِ بائبل قرآنِ مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے ایک ہی فرعون کا زمانہ پایا تھا اور یہ کہ قرآنی بیانات کی رُو سے جدید تحقیقات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے وہ فرعون رعمسیس ثانی ثابت ہوتا ہے۔ بائبل کا یہ بیان کہ حضرت موسیٰؑ نے دو فراعین کا زمانہ پایا۔ ایک کے دور میں پیدا ہوئے اور پھر مدین کی طرف ہجرت کی اور پھر اس کے مرنے کے بعد نئے بننے والے فرعون کے دور میں 80 سال کی عمر میں مدین سے واپس مصر آئے، یہ بیان تاریخی اور عقلی اعتبار سے قابلِ قبول نہیں۔

اب اگلا سوال یہ ہے کہ کیا یہ فرعون ڈوب کر مرا تھا؟ بائبل میں تو فرعونِ موسیٰؑ کے ڈوب کر مرنے کا ذکر ہے اور قرآن کریم میں بھی اس فرعون کے لیے غرق کے الفاظ آئے ہیں۔ اگر قرآنی بیانات اور جدید تحقیقات کی روسے یہ فرعون رعمسیس ثانی بنتا ہے تو اس کی حنوط شدہ لاش دریافت ہو چکی ہے۔ اس پر جو تحقیق ہوئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ڈوب کر نہیں مرا تھا بلکہ نوے سال سے زیادہ عمر پا کر طبعی موت سے مرا۔ **تو پھر قرآن کے غرق والے الفاظ کا کیا مطلب ہے**؟ پس زیرِ نظر مضمون میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے دروس، خطبات، تحریرات اور ترجمۃ القرآن کلاسز کی روشنی میں اسی امر پر بحث کی گئی ہے۔ (ایس۔ اے۔ قادر)

عام طور پر بائبل مفسرین اور مسلمان مفسرینِ قرآن دونوں ہی فرعون موسیٰ کے حوالہ سے یہ مؤقف رکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ نے دو فراعین کا زمانہ پایا۔ ایک کے دور میں پیدا ہوئے اور بڑے ہو کر ایک مصری کو مُکا مار کر مدین کی طرف ہجرت کر گئے اور پھر دوسرے کے دور میں واپس آئے۔ بائبل کے مطابق اس وقت آپؑ کی عمر 80 برس ہو چکی تھی۔ اب خروج از مصر کے وقت وہ کون سا فرعون تھا اس حوالہ سے بھی عام طور پر بائبل مفسرین اور مسلمان مفسرین بھی رعمسیس ثانی یا اس کے بیٹے منفتاح میں سے کسی ایک کو قرار دیتے ہیں۔ بعض مفسرین کے مطابق آپؑ سیٹی اوّل کے دور میں پیدا ہوئے اور اس کے بیٹے رعمسیس ثانی کے دور میں خروج از مصر ہوا لیکن دیگر کے نزدیک رعمسیس ثانی کے دور میں پیدا ہوئے اور خروج کے وقت اس کا بیٹا منفتاح بادشاہ تھا۔

لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 1990ء کی دہائی میں اپنے دروس، ترجمۃ القرآن کلاسز اور خطبات میں قرآن مجید اور جدید تحقیقات کی روشنی میں یہ ثابت فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ نے دو فراعین نہیں بلکہ ایک ہی فرعون کا زمانہ پایا۔ آپؒ نے ثابت فرمایا کہ قرآنی بیانات کی رُو سے قطعاً دو فراعین ثابت نہیں ہوتے اور بائبل کا دو فراعین والا بیان تاریخی اور عقلی اعتبار سے قابل قبول نہیں (اس حوالہ سے تفصیلی بحث گزشتہ شمارہ کے ایک مضمون میں گزر چکی ہے)۔

نیز آپؒ نے یہ ثابت فرمایا کہ قرآنی بیانات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ان فراعین میں سے رعمسیس ثانی ہی وہ فرعون بنتا ہے جو کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کا فرعون ہے۔

اور مزید یہ کہ بنی اسرائیل کے خروج از مصر کے وقت **یہ فرعون پانی میں ڈوبا ضرور لیکن قرآنی بیان فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ کے تحت خدا تعالیٰ نے اس کو بدنی موت سے بچالیا** اور خروج کے واقعہ کے کئی سالوں بعد یہ تقریباً 90 سال کی عمر میں نہایت کسمپرسی کی حالت میں صاحب فراش ہو کر مرا ہے۔

گویا یہ پیشگوئی فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ دونوں طرح پوری ہوئی کہ اُس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے اُسے پانی میں ڈوبنے کے باوجود بدنی موت سے بچا کر اُس زمانہ کے لوگوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا اور مرنے کے بعد اِس کی لاش حنوط ہو کر اِس زمانہ میں دریافت ہو کر اِس زمانہ کے لوگوں کے لئے بھی قرآنی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر رہی ہے۔

فرعون کے خروج کے موقع پر زندہ بچنے پر مزید بات کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رعمسیس ثانی کی حنوط شدہ لاش (Mummy) پر تحقیقات سے جو معلوم ہوا ہے اسے پہلے بیان کر دیا جائے۔

Mummy of Ramses II

رعمسیس ثانی کی حنوط شدہ لاش مصر سے دیرُالبحری (Deir el Bahri) کے مقام سے 1881ء میں دریافت ہوئی۔ اس لاش کو جن مختلف اشیاء کے ذریعہ محفوظ کیا گیا تھا ان کی صفائی جون 1886ء میں فرانسیسی ماہر آثارِ قدیمہ سر گاسٹن کیمائیل میسپیرو (Sir Gaton Camille Mespero) نے کی۔ اس لاش پر جو تجربات کئے گئے اس سے ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ وفات کے وقت اس کی عمر 90 سال سے زائد تھی۔ چنانچہ اس کی ممی کی دریافت اور اس پر تحقیق کے حوالہ سے The Royal Mummies میں لکھا ہے:

The mummy was unwrapped by Maspero on 18 June 1886, in the presence of the Khedive of Egypt. In 1975 it was in a very poor state of preservation. It was sent to France, arriving on 26 September 1976; it remained for eight months at the Musée del 'Homme, where an interdisciplinary group of over 50 specialists carefully examined it.

The king has an aquiline profile and short chin. His ears are rounded and pierced. The temples are hollowed and the top of the cranium is bald. Blackheads were observed on his forehead. He has a robust and jutting jaw. The mouth, with thick lips, is filled with a blackish substance. His white hair became yellowish due to the ointments used during the embalming procedure. The pharaoh is 5.67 ft (1.73 m) tall. **<u>He died when about ninety</u>**. His arms

are crossed over his chest, the left forearm over the right one. His tapering hands were dyed red with henna and the nails are well groomed. The incision on the side is open. The genital or- gans were removed with a sharp instrument. X-ray examinations revealed that two-thirds of the cranium is filled in the back sec- - tion, with solidified resin. The nasal cavity is full of pepper grains and the nostrils are sealed with resin wads.

Ramesses II had serious dental problems: gingivitis, cavities, and lesions from infections. The oral cavity was filled with a blackish substance. The spinal column was broken on a level with - the neck during the embalming procedure. X-rays revealed the - aortic arch and the heart wrapped in linen and placed in an in- verted position in the right-hand side of the thorax. The abdom- inal cavity is filled with resin. There are two fractures in the king's feet: one occurred before his death and the other afterward. He shows signs of the crippling pathologies typical of old age: degenerative spondylitis and advanced atherosclerosis.[1]

مفہوماً ترجمہ:

Maspero نے 18 جون 1886 کو خدایو مصر[2] کی موجودگی میں اس ممی کو کھولا تھا۔ 1975ء میں یہ انتہائی خراب حالت میں تھی۔ اسے فرانس بھیجا گیا جہاں یہ 26 ستمبر 1976ء کو پہنچی۔ اسے Musée del'Homme میں آٹھ ماہ تک رکھا گیا، جہاں 50 سے زیادہ مختلف علوم کے ماہرین کے ایک گروپ نے اس کا باریک بینی سے معائنہ کیا۔

(اس معائنہ کی رپورٹ کے مطابق) فرعون کی ناک تیکھی اور ٹھوڑی چھوٹی ہے۔ اس کے کان گول اور چھیدے ہوئے ہیں۔ کنپٹیاں اندر کو دبی ہوئی ہیں اور سر گنجا ہے۔ اس کے ماتھے پر بلیک ہیڈز (کالے تل) پائے گئے ہیں۔ اس کا جبڑا مضبوط اور ابھرا ہوا ہے۔ اس کے ہونٹ موٹے اور منہ ایک سیاہ مادہ سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے سفید بال حنوط کرنے کے

---

[1] Zahi Hawas, Francis Janot, *The Royal Mummies* (White Star Publishers.2008).under Ramsses II

[2] Khedive was the title of Egyptian rulers from 1867 to 1914. It was given to the Turkish ruler of Egypt by the Ottoman Sultan, and removed by the British Empire when the Ottomans joined Germany in World War I.

عمل کے دوران استعمال ہونے والی مرہموں کی وجہ سے پیلے ہوگئے ہیں۔(اس) فرعون کا قد 5.67 فٹ(1.73 میٹر) ہے۔ یہ 90 سال کے قریب مرا۔اس کے بازو اس کے سینے کے اوپر ہیں، بائیاں بازو دائیں بازو کے اوپر ہے۔اس کے استخوانی ہاتھ مہندی سے سرخ رنگے ہوئے ہیں اور ناخن اچھی طرح تراشے گئے ہیں۔سائیڈ کا چیرا کھلا ہے۔ جنسی اعضاء کو تیز دھار آلے سے کاٹ کر نکالا گیا ہے۔ ایکسرے سے پتہ چلتا ہے کہ کھوپڑی کا پچھلا حصہ ٹھوس مادہ سے بھرا ہوا ہے۔ناک کا اندرونی حصہ کالی مرچ کے دانوں سے بھرا ہوا ہے اور نتھنے رال کے گڑھوں سے بند ہیں۔

رعمسیس ثانی کو دانتوں کے سنگین مسائل تھے جن میں مسوڑھوں کی سوزش، دانتوں میں کھوڑ اور انفیکشن سے ہونے والے زخم شامل ہیں۔منہ کا سوراخ ایک سیاہ مادہ سے بھرا ہوا ہے۔ گردن کو سیدھا کرنے کے عمل کے دوران ریڑھ کی ہڈی کا کالم ایک سطح پر ٹوٹا ہوا ہے۔ ایکسرے سے پتہ چلا کہ Aortic arch اور دل کو کپڑے میں لپیٹ کر سینے کے دائیں طرف اُلٹی پوزیشن میں رکھا گیا ہے۔پیٹ کو رال سے بھرا ہوا ہے۔(اس) فرعون کے پاؤں میں دو فریکچر ہیں، ایک اس کی موت سے پہلے کا اور دوسرا بعد کا۔ (اس کی ممی سے ظاہر ہوتا ہے کہ) یہ بڑھاپے کی مخصوص معذوری کی علامات والی بیماریاں جیسا کہ Degenerative Spondylitis اور Atherosclerosis میں مبتلا تھا۔

بائبل کے مطابق حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کرنے والے فرعون کا انجام:

بنی اسرائیل جب مصر سے نکل کر دریائے نیل کے ڈیلٹا کی کسی شاخ یا سمندر کنارے پہنچے تو فرعون بھی اپنے لشکر سمیت ان کی سرکوبی کے لیے پیچھے پہنچ گیا۔ بائبل کی کتاب خروج باب 14 میں اس حوالہ سے درج ہے کہ

”پھر موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھایا اور خداوند نے رات بھر تند پُوربی آندھی چلا کر اور سمندر کو پیچھے ہٹا کر اُسے خشک زمین بنا دیا اور پانی دو حصے ہو گیا۔اور بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل گئے اور اُنکے دہنے اور بائیں ہاتھ پانی دیوار کی طرح تھا اور مصریوں نے تعاقب کیا اور فرعون کے سب گھوڑے اور رتھ اور سوار اُنکے پیچھے پیچھے سمندر کے بیچ میں چلے گئے۔اور رات کے پچھلے پہر خداوند نے آگ اور بادل کے ستون میں سے مصریوں کے لشکر پر نظر کی اور اُنکے لشکر کو گھبرا دیا۔اور اُس نے اُنکے رتھوں کے پہیوں کو نکال ڈالا۔ سو اُنکا چلانا مُشکل ہو گیا۔تب مصری کہنے لگے آؤ ہم اسرائیلیوں کے سامنے سے بھاگیں کیونکہ خداوند اُنکی طرف سے مصریوں کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔

اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اپنا ہاتھ سمندر کے اُوپر بڑھا تاکہ پانی مصریوں اور اُنکے رتھوں اور سواروں پر پھر

بہنے لگے۔ اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اُوپر بڑھایا اور صبح ہوتے ہوتے سمندر پھر اپنی اصلی قُوت پر آ گیا اور مصری اُلٹے بھاگنے لگے اور خداوند نے سمندر کے بیچ ہی میں مصریوں کو تہ و بالا کر دیا۔ اور پانی پلٹ کر آیا اور اُس نے رتھوں اور سواروں اور فرعون کے سارے لشکر کو جو اسرائیلیوں کا پیچھا کرتا ہوا سمندر میں گیا تھا غرق کر دیا اور ایک بھی اُن میں سے باقی نہ چھُوٹا۔ پر بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چلکر نکل گئے اور پانی اُنکے دہنے اور بائیں ہاتھ دیوار کی طرح رہا۔ سو خداوند نے اُس دن اسرائیلیوں کو مصریوں کے ہاتھ سے اِس طرح بچایا اور اسرائیلیوں نے مصریوں کو سمندر کے کنارے مرے ہوئے پڑے دِیکھا۔ اور اسرائیلیوں نے وہ بڑی قدرت جو خداوند نے مصریوں پر ظاہر کی دِیکھی اور وہ لوگ خداوند سے ڈرے اور خداوند پر اور اُسکے بندہ موسیٰ پر ایمان لائے۔"

(خروج باب 14 آیت 21 تا 31)

بائبل کے مذکورہ بالا بیان سے کہ "ایک بھی اُن میں سے باقی نہ چھُوٹا" سے عام طور پر بائبل مفسرین یہی خیال کرتے ہیں کہ فرعون اور اس کا سارا لشکر پانی میں ڈوب گیا تھا۔

قرآنِ مجید کے مطابق حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کرنے والے فرعون کا انجام:

قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں فرعون اور اس کے لشکر کے غرق ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ اس حوالہ سے متعلقہ آیات درج ذیل ہیں:

(1) قرآنِ مجید میں سورہ البقرۃ میں اس حوالہ سے ذکر ملتا ہے کہ وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ (البقرۃ: آیت 51)

ترجمہ: اور جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا اور تمہیں نجات دی جب کہ ہم نے فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔

(2) سورۃ الاعراف میں اس حوالہ سے ذکر ہے کہ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ (الاعراف: آیت 137)

ترجمہ: پس ہم نے اُن سے انتقام لیا اور اُنہیں سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ انہوں نے ہمارے نشانات کو جھٹلا دیا تھا اور وہ ان سے غافل تھے۔

(3) سورۃ الانفال میں اس حوالہ سے ذکر ہے کہ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ

رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۔(الانفال: آیت55)

ترجمہ: فرعون کی قوم اور ان لوگوں کے اسلوب کی طرح جو ان سے پہلے تھے (تمہارا بھی اسلوب ہے) انہوں نے اپنے ربّ کی آیات کو جھٹلا دیا تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب سے ہلاک کر دیا اور فرعون کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا اور وہ سب کے سب ظالم لوگ تھے۔

(4) اسی طرح سورۃ یونس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ جٰوَزْنَا بِبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ جُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّ عَدْوًا ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ○ (یونس: آیت91 تا93)

ترجمہ: اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر پار اُتار لائے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے بغاوت اور زیادتی سے کام لیتے ہوئے ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ جب اُسے غرقابی نے آلیا تو اس نے کہا میں ایمان لاتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر وہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں (بھی) فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ کیا اب (ایمان لایا ہے)! جبکہ اس سے پہلے تُو نافرمانی سے کام لیتا رہا اور تُو مفسدوں میں سے تھا۔ پس آج کے دن ہم تجھے تیرے بدن کے ساتھ نجات بخشیں گے تاکہ تُو اپنے بعد آنے والوں کے لئے ایک عبرت بن جائے حال یہ ہے کہ انسانوں میں سے اکثر یقیناً ہمارے نشانات سے بالکل غافل ہیں۔

(5) سورۃ بنی اسرائیل (سورۃ الاسراء) میں اس حوالہ سے ذکر ہے: فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۔ (بنی اسرائیل: آیت104)

ترجمہ: پس اُس نے ارادہ کیا کہ انہیں زمین سے اُکھاڑ ڈالے تو ہم نے اُسے اور جو اُس کے ساتھ تھے سب کے سب کو غرق کر دیا۔

(6) اسی طرح سورۃ الشعرا میں ہے: وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ○ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ○

(الشعراء: آیت66 تا67)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو نجات بخشی اور اُن سب کو بھی جو اُس کے ساتھ تھے۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔

(7) سورۃ زخرف میں اس بارہ میں ذکر ہے کہ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ

(زخرف: آیت55)

ترجمہ: پس جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا ہم نے ان سے انتقام لیا اوران سب کو(لاؤلشکر سمیت) غرق کر دیا۔

مندرجہ بالا قرآنی آیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سوائے سورۃ بنی اسرائیل(سورۃ الاسراء) کے جہاں یہ ذکر ہے کہ فَاَغْرَقْنٰهُ یعنی ہم نے اسے(یعنی فرعون کو) غرق کر دیا۔ باقی تمام آیات میں آل فرعون یا اُس کے ساتھ والوں کو غرق کرنے کا ذکر ہے۔ اب کیا غرق کے مفہوم میں مرنا لازمی ہے یا پانی میں ڈوبے ہوئے شخص کو زندہ بھی بچایا جا سکتا ہے؟ جیسا کہ حضرت یونسؑ کے واقعہ میں خدا تعالیٰ نے سمندر کے اندر مچھلی کے پیٹ سے حضرت یونسؑ کو زندہ بچا لیا۔

چنانچہ اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے رمضان کے دروس اور مابعد بعض خطبات اور تحریرات میں قرآنی آیت فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ سے یہ استنباط فرمایا کہ فرعون موسیٰ پانی میں غرق ضرور ہوا اپنی فوج کے ساتھ، لیکن اپنی اُس دعا اور توبہ کی وجہ سے جو اُس نے اُس وقت اپنی بدنی موت کو سامنے دیکھ کر کی کہ میں اب بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو اُس وقت بدنی موت سے بچا لیا اور وہ اِس کے بعد اپنی قوم کے لئے بھی نشان عبرت بنا جب وہ ناکام و نامراد واپس آیا اور اُس کے بعد صاحب فراش ہو کر کئی سالوں بعد نہایت کسمپرسی کی حالت میں مرا۔ اور پھر مرنے کے بعد اُس کی لاش حنوط کر دی گئی اور 19ویں صدی عیسوی میں مصر سے دریافت ہو کر ہر دو طرح سے قرآنی صداقت لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً پر مہر تصدیق ثبت کر گئی۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس حوالہ سے مذکورہ آیات کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"میں نے یہ استنباط کیا تھا کہ قرآن کریم نے جب یہ فرمایا کہ جب فرعون غرق ہونے کے قریب پہنچا تو اس نے ایک دعا کی اور اس دعا کہ نتیجے میں ہم نے اس کو یہ جواب دیا کہ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (یونس آیت: 92) اب تو یہ دعا کا وقت نہیں رہا کیونکہ اس پہلے تو مسلسل نافرمانی کرتا رہا اور فساد پھیلاتا رہا۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لیکن آج کے دن ہم تیرے بدن کو ضرور نجات دے دیں گے لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً تاکہ وہ جو تیرے بعد آنے والے ہیں ان کے لئے تو عبرت کا نشان بن جائے۔ اس بحث میں مَیں نے یہ امکان پیش نظر رکھا اور میں اب بھی یہی یقین رکھتا ہوں کے بدن کی نجات کا جو وعدہ فرعون کو دیا گیا تھا اس سے مراد محض لاش کی نجات

نہیں کیونکہ لاشیں تو بہتوں کی کنارے پر پہنچ گئی ہوں گی۔ بہت سے ایسے ہیں بلکہ اکثر فرعون وہی ہیں جن کی لاشیں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دی گئیں تھیں تو خصوصیت کے ساتھ اس فرعون کی دعا کے نتیجے میں جب بدن کی نجات کا ذکر ہے تو اس سے میں نے یہ استنباط کیا کہ ایسی زندگی مراد ہے جو روح سے عاری ہو جسے انگریزی میں Zombie کہا جاتا ہے۔ بعض ایسے لاش نما انسان ہوتے ہیں جن کی زندگی روحانیت سے کلیۃً عاری اور روح سے عاری ہوتی ہے۔ انگریزی میں لفظ Zombie تو ظاہری روح کے بغیر زندگی کا تصور پیش کرتا ہے لیکن نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ میں جو مضمون ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہم تجھے زندگی تو دے دیں گے مگر نجات نہیں دیں گے اور روحانیت سے عاری زندگی ہوگی۔

اس ضمن میں باقی آیات جن میں فرعون اور اس کے ساتھیوں کے غرق کا ذکر ہے کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ سوائے ایک موقع کے ہر دوسری جگہ بنو اسرائیل کو نجات دینے اور ان کی پیروی کرنے والے، ان کے پیچھے آنے والے فرعون کے لشکر کے غرق کا ذکر ہے لیکن **ایک جگہ خود فرعون کے غرق کا بھی ذکر ہے**۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس موقع کے ساتھ اس مضمون کا کہیں تضاد تو نہیں جو میں بیان کر رہا ہوں۔ سورۃ بقرہ میں ہے کہ وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ (البقرۃ: آیت 51)

یعنی ہم نے آلِ فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر سورۃ انفال میں بھی وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ کا ذکر ہے پھر سورۃ الشعراء میں وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۚ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ○ (الشعراء: آیت 67,66) ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح الزخرف میں بھی یہی مضمون ہے۔ مختلف جگہ جہاں بھی فرعون اور اس کے ساتھیوں کے غرق کا ذکر ملتا ہے سوائے ایک سورۃ الاسراء کے باقی جگہ صرف فرعون کے ساتھیوں یا فرعون کی قوم کے غرق کا ذکر ہے۔ سورۃ الاسراء میں یہ ذکر ہے فَاَغْرَقْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا (بنی اسرائیل:104) اور ہم نے فرعون کو اور اس کے ساتھ جو بھی تھے سب کو غرق کر دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ ایک جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو غرق کر دیا، دوسری جگہ فرماتا ہے جب غرق قریب آیا اور اس نے دعا کی تو ہم نے اسے بدنی نجات کا وعدہ کر لیا تو کیا ان دونوں کے درمیان تضاد ہے یا کوئی تطبیق کی صورت ممکن ہے۔ غرق کا لفظ جب میں نے ڈکشنری میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہر جگہ جس کو ہم اردو میں ڈوبنا کہتے ہیں بالکل

وہی مفہوم عربی میں غرق کا پایا جاتا ہے۔ کوئی شخص تیرنے کی کوشش کرتا ہو، بچنے کی کوشش کرتا ہو لیکن ہار جائے اور پانی کے اندر ڈوب جائے۔ **ڈوب مرنے کا معانی غرق کا، میں نے کہیں نہیں دیکھا۔** اس لئے ان دونوں میں میرے نزدیک تضاد کوئی نہیں۔ جس طرح خدا تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ سے ایک نبی کو زندہ بچالیا تھا، جہاں اس کے بچنے کے امکان ایک عام ڈوبے ہوئے آدمی کے بچنے کے مقابل پر بہت کم تھے۔ بارہا ہم نے دیکھا ہے کہ ایک شخص ڈوب جاتا ہے اور ڈوبے ہوئے کو ایسی حالت میں نکال لیا جاتا ہے کہ ابھی اس نے دم نہیں توڑا اور پھر کوشش کر کے اس کو بچالیا جاتا ہے۔

پس خدا تعالیٰ جہاں غرق کا لفظ استعمال فرماتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ فرعون ضرور ڈوبا ہے اور اپنے لشکر کے ساتھ ڈوبا ہے اور جہاں تک فرماتا ہے کہ ہم تیرے بدن کو نجات بخشیں گے، اس میں بھی کوئی شک نہیں کے ڈوبے ہوئے کے لئے ظاہری زندگی کے بچانے کا انتظام ممکن ہے اور خدا تعالیٰ نے ایسا انتظام ضرور کیا ہو گا کیونکہ اس وعدے کا خصوصیت کے ساتھ یہاں ذکر کرنا ایک گہرا پیغام رکھتا ہے اور وہ پیغام اس وقت تو لوگوں کو سمجھ نہیں آرہا تھا۔ اب کی دنیا میں ہمیں سمجھ آیا جب کہ ہم نے فرعون کی لاش کو بچا ہوا اور ممی ہوئی حالت میں دیکھا لیکن جب میں نے مزید تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ فرعون جس نے موسیٰؑ سے ٹکر لی تھی اور جس کے متعلق یہ آتا ہے کہ ہم نے اس کو غرق کیا وہ فرعون 90 سال کی عمر میں طبعی موت مرا ہے اور اس کی ممی اور اس کے سارے کاغذات جو ساتھ ہیں اور تمام تحریریں یہ بتا رہیں کہ وہ نوعمری میں غرق ہونے کی حالت میں نہیں مرا تھا بلکہ لمبی عمر پا کر اس کے بعد اس نے کئی لڑائیاں بھی کی ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 12 جولائی 1991ء بیان فرمودہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ، خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 579 تا 581)

ایک اور جگہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سورۃ یونس کی آیات (91 تا 93) حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدۡرَکَہُ الۡغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنۡتُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِہٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ وَ اَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ○ آٰلۡـٰٔنَ وَ قَدۡ عَصَیۡتَ قَبۡلُ وَ کُنۡتَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ○ فَالۡیَوۡمَ نُنَجِّیۡکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوۡنَ لِمَنۡ خَلۡفَکَ اٰیَۃً ... کی تشریح میں مزید فرماتے ہیں:

”اس اعتبار سے اس کے مرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تو اس کی التجا کے ردّ ہونے کے مترادف ہے۔ اسرائیل کے خدا پر اس کے ایمان کا اقرار موت کے ڈر کی وجہ سے تھا۔ لہٰذا اس کی یہ بے معنی دعا جائز طور پر ردّ کئے جانے کے لائق تھی۔ اس سے وعدہ صرف اس کے جسم کو بچائے جانے کا تھا نہ کہ روح کو۔

لیکن اکثر مسلمان مفسّرین مصرّ ہیں کہ اس کی دعا ردّ کی گئی اور اس کے جسم کے بچائے جانے کا وعدہ سمندر سے

اس کی لاش نکال کر محفوظ کئے جانے سے متعلق ہے۔ ان مفسرین کے نزدیک بائیبل اور قرآن کریم میں بیان کردہ حالات کے مطابق یہ بھی کوئی معمولی معجزہ نہیں ہے حتیٰ کہ فرعون کی لاش بچائے جانے کا وعدہ بھی اس کے لئے نعمت عظمیٰ سے کم نہ تھا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ فراعین مصر نہایت متکبر اور انا پرست حکمران تھے۔ اس لئے فرعون کے محض جسم کو بچائے جانے کی یقین دہانی ہی آخری لمحات میں اس کیلئے کچھ نہ کچھ تسکین کا باعث بنی ہوگی۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا صرف یہی منشا نہیں تھا کہ فرعون کی انا کو تسکین پہنچے بلکہ اصل مقصد یہ تھا کہ آنے والی نسلوں کو ایسا عظیم الشان نشان دیا جائے جو کئی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہو جس سے وہ عبرت حاصل کر سکیں۔

اس بحث کا نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ نکلے، خواہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ فرعون ڈوبنے سے مرا تھا یا یہ کہ ڈوبتے، ڈوبتے بچالیا گیا تھا، اس قرآنی بیان کے اعجاز میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ فرعون کا جسم بلاشبہ محفوظ رہا اور آئندہ نسلوں پر یہ حقیقت بالکل اسی طرح منکشف ہوئی جس طرح قرآن کریم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔

ضمناً یاد رہے کہ وہ مفسرین جو یہ سمجھتے ہیں کہ جب فرعون کو سمندر سے نکالا گیا تو وہ مر چکا تھا ان کے نزدیک یہ رعمسیس ثانی کا جانشین منفتاح (Merneptah) تھا نہ کہ خود رعمسیس۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک کی بجائے دو فراعین کا زمانہ پایا۔ آپؑ کی پیدائش رعمسیس ثانی کے دور میں ہوئی اور اسی کے محل میں اس کی ایک خداترس بیوی نے آپ کی پرورش کی جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اس کی سب سے چھوٹی بیوی تھی۔ چونکہ اس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی لہٰذا اس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متبنّٰی بنانے کی خواہش ناقابل فہم نہیں ہے۔ اگر اس نقطۂ نظر کو تسلیم کر لیا جائے تو رعمسیس ثانی کی وفات کے بعد جب منفتاح تخت نشین ہو چکا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے اس وقت مصر واپس تشریف لائے ہوں گے۔

یہ لوگ اپنی تائید میں بائبل کا یہ حوالہ پیش کیا کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدین کی طرف اپنی جلاوطنی کے دوران اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر مل چکی تھی کہ وہ فرعون جس کے عہد میں آپؑ کے ہاتھوں ایک شخص قتل ہوا تھا، مر چکا ہے۔ دیکھنے میں تو یہ بات منطقی اور قابل قبول معلوم ہوتی ہے لیکن ایک بادشاہ کی وفات سے کوئی شخص اپنے جرم سے بری الذمہ نہیں ہو جاتا۔ اور اس میں کوئی منطق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خوف کو دور کرنے کے لئے فرعون کی موت کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ اس کے برعکس

انہیں یہ بتایا گیا کہ وہ ہرگز خوف نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اور ان کے بھائی کی حفاظت فرمائے گا۔ یہ توجیہہ کہیں زیادہ معقول نظر آتی ہے۔

مزید برآں مسئلہ یہ ہے کہ رعمسیس ثانی کی ممی کی حالت کے متعلق ماہرین آثار قدیمہ کی شہادت یہ ہے کہ اس نے نوّے سال عمر پائی اور اپنی زندگی کے آخری تیس سال انتہائی نقاہت، کمزوری اور غالباً شریانوں کے سکڑنے کی امراض کے باعث بستر علالت پر گزارے۔ عین ممکن ہے کہ اس کی یہ حالت اس کے ڈوب کر مرنے کے قریب پہنچ جانے کے بعد ایک بلا واسطہ نتیجہ کے طور پر ہوئی ہو جس کی وجہ سے اس کا دماغ آکسیجن کی مناسب مقدار نہ مل سکنے کی وجہ سے مستقلاً مفلوج ہو گیا ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدین کی طرف ہجرت اور وہاں کا عرصہ قیام آٹھ سے دس سال تک بنتا ہے جس کے اختتام پر رعمسیس ثانی کی عمر چالیس سے پچاس سال سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا بائیبل کا یہ بیان ناقابل قبول ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف فرعون کی موت کا انتظار کر رہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بطور نبی مبعوث فرما کر مصر واپس جانے کا حکم دے۔

ضمناً قرآن کریم یہ ذکر بھی کرتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس فرعون کے پاس واپس گئے اس نے آپؑ پر قتل کا الزام تو ضرور لگایا لیکن بوجہ ان معجزوں کے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے وہ آپؑ کے خلاف کوئی عملی قدم اٹھانے سے باز رہا۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپؑ کا سزا سے بچ جانا کسی ایک فرعون کی موت اور دوسرے کی تخت نشینی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی مصر میں واپسی کے بعد کی زندگی کو قرآن کریم اور بائیبل دونوں نے بیحد مصروف قرار دیا ہے اور فرعون کے ساتھ ان کا مقابلہ کم و بیش دس سال پر محیط دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ بیان کردہ معجزات تمام کے تمام ایک یا دو سال کی محدود مدت میں سمیٹے نہیں جا سکتے۔

اس کے برعکس مؤرخین کے اندازہ کے مطابق تاجپوشی سے وفات تک منفتاح کا سارا عہد حکومت آٹھ سال یا اس سے بھی کم مدت پر مشتمل ہے۔"

(الہام عقل، علم اور سچائی صفحہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، صفحہ 502-504،(2007))

اپنے ایک درس القرآن میں آپؒ اس حوالہ سے مزید فرماتے ہیں:

"اگر رعمسیس ڈوبا ہے تو اس کے بعد رعمسیس کی پوری تاریخ کیسے محفوظ ہے؟ ایک ڈوبنے کے واقعے سے صرفِ

نظر تو کیا جا سکتا ہے کہ ذکر نہ کیا جائے کہ ڈوبا تھا۔ لیکن جس وقت یہ Exodus ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام چھوڑ کر چلے گئے ہیں اس کے بعد ڈوبا ہوا فرعون 25-20 سال حکومت کیسے کر سکتا ہے اور وہ ساری تاریخ بنتی چلی جاتی ہے اور لکھی چلی جاتی ہے اور اس کا جو جانشین ہے وہ اس وقت کیوں نہیں جانشین بنتا۔ پھر Exodus کے وقت وہ 20 سال 30 سال کے بعد کیوں جانشین بنایا جاتا ہے۔ صاف پتہ چل رہا ہے کہ رعمسیس کے بارہ میں اور اس کی لاش کا جو موازنہ ہے اس کو دیکھ کر قطعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ وہ بڑی عمر کا بیماریوں سے مارا ہوا فرعون ہے۔

ڈاکٹروں نے جو اس کی تحقیق کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو ایک قسم کی، ایک تو وہ Arterioscleryosis کی علامتیں بڑھی ہیں۔ اس کا جو آخری دور ہے بڑی بے چارگی میں کٹا ہے اسی لیے اس کی حکومت انحطاط پذیر ہوئی ہے بڑی تیزی سے آخری سالوں میں۔

اور دانتوں کی ایسی بیماریاں تھیں اس کی جڑیں جو نظر آئی ہیں، تحقیق کی گئی ہے جو بھی کھوج لگایا ہے اہلِ علم نے، وہ کہتے ہیں کہ بڑی تکلیف دہ بیماری تھی اس کو دانتوں کی۔ اور اس دانتوں کی بیماری سے وہ مرا ہے اور اس کے آثار ممی کے اور اس کی ہڈیوں کے جو بھی انہوں نے ایکسرے X-Rays وغیرہ لیے ہیں وہ یہی بتاتے ہیں کہ یہ مرا طبعی موت ہے اور بیماری سے مرا ہے اور عمر اس کی 95 یا 100 سال کے قریب تھی جب وفات ہوئی ہے۔ تو اس فرعون کو اب غرق کیسے کریں وہ؟ کہاں غرق کریں؟ یہ مصیبت ہے۔ اس لیے وہ بائیبل کے غرق والے واقعہ سے صرفِ نظر کر جاتے ہیں۔

تمام مؤرخین مجبور ہیں کہ کم از کم اس بیان کو غلط سمجھیں اور جب اس کو غلط سمجھیں تو مجبور ہیں کہ باقی تاریخ پہ انحصار کی کیا دلیل ہے جبکہ وہ تاریخیں خود ایک دوسرے کو جھٹلاتی چلی جا رہی ہیں اور اس بات کو بے وجہ مان گئے ہیں کہ ایک فرعون کے زمانے میں پیدا ہوئے اور دوسرے کے دور میں مرے، اس نے مصیبت ڈالی ہوئی ہے۔"

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران) ریکارڈڈ 21 فروری 1995ء)

آیت قرآنی فَالۡيَوۡمَ نُنَجِّيۡكَ بِبَدَنِكَ کے حوالہ سے فرعونِ موسیٰ کے زندہ بچنے کے ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جو مؤقف اختیار کیا اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"دراصل مجھے اس مؤقف سے کوئی محبت نہیں ہے کہ فرعون ڈوب کر بچ گیا ہو، ہرگز کوئی تعلق

اس مؤقف سے نہیں۔ میرے مزاج کے برعکس مؤقف ہے۔ میرا دل تو یہی چاہتا ہے کہ اس فرعون کی لاش دستیاب ہو جائے جس سے موسیٰ علیہ السلام نے ٹکر لی ہو اور وہ ڈوب کے مر بھی گیا ہو تو پھر ہم وہ معنی لے لیں گے کہ جسم بچے گا مگر جان نہیں بچے گی۔ لیکن چونکہ شواہد مجھے مجبور کر رہے ہیں۔

تمام تر تاریخی شواہد اس بات کے سوا میرے لیے کوئی رستہ نہیں چھوڑتے کہ اس آیت کا یہ ترجمہ کروں کہ تیری روح کی نجات کا وقت نہیں، ایمان لانے کا وقت اب نہیں ہے۔ ہاں جسمانی زندگی کی نجات دینا اللہ کی شان کے خلاف نہیں ہے۔ اس لیے ڈوبنے کے باوجود تجھے ہم زندہ رکھ سکتے ہیں لیکن زندہ رہو گے تو تب بھی ایمان سے کوئی فائدہ تمہیں نہیں پہنچے گا۔

یہ جو دائمی اصول قرآن کریم میں بار بار بیان ہوا ہے کہ مرتے وقت کی توبہ قبول نہیں کی جاتی یہ اس طرف اشارہ ہے۔ اگر وہ توبہ خدا قبول فرمالیتا تو پھر اس کو جنت میں جانا لازم تھا۔

یہ استنباط ہے لیکن یہ میرا ایسا موقف نہیں جس کو میں کہوں کے اس کے سوا دوسرا ممکن نہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ ممکن اگر ہے تو دکھاؤ کہ کیا ممکن ہے۔

میری وہ شکست بھی میری فتح ہی ہو گی کیونکہ میں تو قرآن کی محبت میں قرآن کا اعجاز دکھا رہا ہوں اور قرآن کو ایک ظالمانہ اعتراض سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں جو قرآن کی مدد سے کر سکا ہوں۔''

(ٹرانسکرپشن از درس القرآن از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، (تفسیر سورۃ آل عمران) ریکارڈڈ 23 فروری 1995ء)

❁❁❁❁❁

ہستی باری تعالیٰ

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ قادیان 1921ء کے موقع پر ''ہستی باری تعالیٰ'' کے موضوع پر حقائق ومعارف سے پُر، بصیرت افروز، عالمانہ اور جامع خطاب فرمایا تھا۔

حضورؓ نے اپنی اس تقریر میں ہستی باری تعالیٰ کے آٹھ دلائل اور ان پر پیدا ہونے والے اعتراضات کے جواب ارشاد فرمائے۔ خدا تعالیٰ کی صفات سے اس کی ہستی کا ثبوت فراہم فرمایا اور صفات الٰہیہ کی اقسام بھی بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق اہلِ یورپ کے خیالات، زرتشتیوں، ہندوؤں، آریوں کے تصورات کے بالمقابل اسلام کی خدا تعالیٰ سے متعلق تعلیمات تفصیل سے بیان فرمائیں۔ علاوہ ازیں اپنی اس تقریر میں حضورؓ نے شرک کی تعریف، اور اس کی اقسام بیان فرماتے ہوئے ان کا اصولی اور مدلل ردّ بھی مہیا فرمایا اور رویئت الٰہی، اس کے مدارج، فوائد اور رویئت کے حصول کے طریق اور ذرائع بھی بیان فرمائے۔

https://www.alislam.org/urdu/book/ہستی باری تعالیٰ/

دس دلائل ہستی باری تعالیٰ

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

کتابچہ ''دس دلائل ہستی باری تعالیٰ'' سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دہریوں کے اعتراض کہ ''اگر خدا ہے تو ہمیں دکھا دو ہم مان لیں گے'' کے جواب میں تحریر فرمایا جو پہلی بار مارچ 1913ء میں طبع ہوا۔ جس میں آپؓ نے تحریر فرمایا کہ خدا کی ہستی چونکہ اَلْطَفُ سے اَلْطَفُ ہے لہٰذا حواس خمسہ سے اسے نہیں معلوم کیا جاسکتا۔ اس کا علم حاصل کرنے کے لئے اس قسم کی قیود کس طرح جائز ہو سکتی ہیں؟ خدا کی ہستی پر یقین رکھنے کے لئے بعض اور ذرائع اور دلائل ہیں۔ چنانچہ آپؓ نے دس ایسے دلائل بیان فرمائے جو خدا تعالیٰ کی ہستی کا یقینی ثبوت ہیں۔

https://www.alislam.org/urdu/book/دس دلائل ہستی باری تعالیٰ/

تعارف کتاب ”سبز اشتہار“

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔“

(”ملفوظات“ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلد8 صفحہ 8 ایڈیشن 1984ء)

حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر المعروف بہ سبز اشتہار

(اے۔رحمان)

تعارف:

یہ اشتہار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ان نکتہ چینیوں کے جواب میں لکھا جو بعض مخالفین نے بشیر اوّل کی وفات پر کیں۔ مثلاً یہ کہ یہ وہی بچہ تھا جس کی نسبت اشتہار 20 فروری 1886ء اور 8 اپریل 1886ء اور 7 اگست 1887ء میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ اس اشتہار میں مصلح موعود کے نام اور اس سے متعلقہ پیشگوئی کی وضاحت کی گئی ہے۔

اس اشتہار کا اصل نام ”حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر“ ہے لیکن اس کے سبز کاغذ پر طبع ہونے کی وجہ سے ”سبز اشتہار“ کے نام سے موسوم ہو گیا۔

مضامین کا خلاصہ:

فرمایا: واضح ہو کہ اس عاجز کے لڑکے بشیر احمد کی وفات سے جو 7 اگست 1887ء روز یکشنبہ میں پیدا ہوا تھا اور 4 نومبر 1888ء کو اُسی روز یکشنبہ میں ہی اپنی عمر کے سولھویں مہینے میں بوقت نماز صبح اپنے معبود حقیقی کی طرف واپس بلایا

گیا۔ … مخالفین نے اس بچے کی وفات پر انواع واقسام کی افترا گھڑی اور طرح طرح کی نافہمی اور کج دلی کی راہیں ظاہر کیں۔ اگرچہ ابتدا میں ہمارا ارادہ تھا کہ اس پسر معصوم کی وفات پر کوئی اشتہار یا تقریر شائع کریں اور نہ کوئی ایسی ضرورت تھی مگر جب یہ شور و غوغا انتہا کو پہنچ گیا اور ہم نے محض للہ یہ تقریر شائع کرنا مناسب سمجھا۔

پھر فرمایا: ”بعض مخالفین پسر متوفی کی وفات کا ذکر کر کے اپنے اشتہارات و اخبارات میں طنز سے لکھتے ہیں کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی نسبت اشتہار 20 فروری 1886ء و 8 اپریل 1886ء اور 7 اگست 1887ء میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔“

اصل حقیقت بابت پسر موعود:

فرمایا: اصل حقیقت یہ ہے کہ ماہ اگست 1887ء تک جو پسر متوفی کی پیدائش کا مہینہ ہے جس قدر اشتہارات اس عاجز کی طرف سے چھپے ہیں…ان میں ایسا کوئی دعویٰ نہیں ہے کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا تھا جو فوت ہو گیا ہے۔ بلکہ 8 اپریل 1886ء اور 7 اگست 1887ء صاف بتلا رہا ہے کہ ہنوز الہامی طور پر تصفیہ نہیں ہوا کہ آیا یہ لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا کوئی اور ہے۔

پسر متوفی کی پیدائش پر استفساری خطوط اور جوابات:

فرمایا: جب یہ لڑکا جو فوت ہوا ہے، پیدا ہوا تھا تو اس کی پیدائش کے بعد صدہا خطوط اطراف مختلفہ سے بدیں استفسار پہنچے تھے کہ کیا یہ وہی مصلح موعود ہے جس کے ذریعہ لوگ ہدایت پائیں گے تو سب کی طرف یہی جواب لکھا گیا کہ **اس بارے میں صفائی سے اب تک کوئی الہام نہیں ہوا۔ ہاں اجتہادی طور پر یہی گمان کیا جاتا ہے کہ کیا تعجب کہ مصلح موعود یہی لڑکا ہو۔**

متشابہات وحی کو سمجھنا بہت مشکل ہے:

فرمایا: سو تعجب ہے کہ جس حالت میں ہم اب تک متوفی کی نسبت الہامی طور پر کوئی قطعی رائے ظاہر کرنے سے بکلی خاموش اور ساکت رہے اگرچہ ہم اپنی رائے لکھتے کہ شاید مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا ہوگا تب بھی صاحبان بصیرت کی نظر میں یہ اجتہادی بیان ہمارا قابل اعتراض نہ ٹھہرتا۔ کیونکہ ہر چند ایک غبی اور کور دل انسان کو خدا تعالیٰ کا وہ قانون قدرت سمجھنا بہت مشکل ہے جو قدیم سے اس کے متشابہات وحی اور رؤیا اور کشوف اور الہامات کے متعلق ہے۔

لیکن جو عارف اور با بصیرت آدمی ہیں وہ خود سمجھے ہوئے ہیں کہ پیشگوئیوں میں اگر کوئی اجتہادی غلطی بھی ہو جائے تو وہ محل نکتہ چینی نہیں ہو سکتی کیونکہ اکثر نبیوں اور اولوالعزم رسولوں کو بھی اپنے مجمل مکاشفات اور پیشگوئیوں کی تشخیص و تعیین میں ایسی ہلکی ہلکی غلطیاں پیش آتی رہتی ہیں۔ جیسے توریت کی بعض عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بعض پیشگوئیوں کے سمجھنے اور سمجھانے میں اجتہادی طور پر غلطی کھائی تھی اور وہ امیدیں جو بہت جلد اور بلاتوقف نجات یاب ہونے کے لئے بنی اسرائیل کو دی گئی تھی وہ اس طرح ظہور میں نہیں آئیں۔

عجیب تر یہ ہے کہ بائبل میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے چار سو نبی نے ایک بادشاہ کی فتح کی خبر دی اور وہ غلط نکلی یعنی بجائے فتح کے شکست ہوئی۔(سلاطین اوّل)

مگر اس عاجز کی کسی پیشگوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں، الہام نے پیش از وقوع دولڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا اور بیان کیا کہ بعض لڑکے کم عمری میں فوت ہوں گے۔ سو بمطابق پیشگوئی ایک لڑکا پیدا ہوا پھر فوت بھی ہو گیا اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود بھی ہے وہ اگرچہ اب تک یعنی یکم دسمبر 1888ء تک پیدا نہیں ہوا مگر خداتعالیٰ کے وعدوں کے موافق اپنی میعاد میں ضرور پیدا ہو گا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔

بشیر اول (متوفی) کے چند الہامی نام یوں مذکور ہیں کہ مبشر، بشیر، نوراللہ، چراغ دین، باران رحمت، یداللہ بجلال وجمال وغیرہ۔ چنانچہ ان الہامی صفات کو مدنظر رکھ کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بشیر اول کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ لڑکا جو فوت ہو گیا ہے ذاتی استعدادوں میں اعلیٰ درجہ کا ہے اور دنیوی جذبات سے اس کی فطرت بکلی مسلوب اور دین کی چمک اس میں بھری ہوئی ہے اور روشن فطرت اور عالی گوہر اور صدیقی روح اپنے اندر رکھتا ہے۔

بشیر اوّل کی آنحضرت ﷺ کے لخت جگر سے عمر میں مماثلت:

فرمایا:”ابراہیم لخت جگر آنحضرت ﷺ جو خوردسالی میں یعنی سولہویں مہینے میں فوت ہو گئے اس کی صفائی استعداد کی تعریفیں اور اس کی صدیقانہ فطرت کی صفت وثنا احادیث کی رو سے ثابت ہے۔ ایسا ہی وہ بچہ جو خوردسالی میں حضرت خضر نے قتل کیا تھا اس کی خباثت جبلی کا حال قرآن شریف کے بیان سے ظاہر و باہر ہے۔“

اجتہادی غلطی سے کسی نبی کی شان میں فرق نہیں آتا:

فرمایا: اگرچہ بشیر اول (متوفی) کو ہی مصلح موعود سمجھنے کے حوالہ سے ہم سے کوئی اجتہادی غلطی نہیں ہوئی تاہم یہ مسئلہ بالاتفاق مانا گیاہے اور قبول کیا گیاہے کہ ہر ایک نبی اور ولی سے اپنے ان مکاشفات اور پیشگوئیوں کی تشخیص و تعیین میں جہاں خداتعالیٰ کی طرف سے بخوبی تفہیم نہیں ہوئی غلطی واقع نہیں ہوسکتی ہے اور اس غلطی سے ان انبیاء اور اصفیاء کی شان میں کچھ بھی فرق نہیں آتا۔ اجتہادی غلطی محض ابتلاء کے طور پر وارد ہوتی ہے اور پھر اس کثرت سے سچائی کے نور ظہور پذیر ہوتے ہیں اور تائیدات الٰہیہ اپنے جلوے دکھاتے ہیں کہ گویا ایک دن چڑھ جاتا ہے اور مخاصمین کے سب جھگڑے تصفیہ پاجاتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں: یہی سنت اللہ ہے جو قدیم سے خداتعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آرہاہے۔ زبور میں حضرت داؤدؑ کی ابتدائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سنت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمائش کے وقت میں حضرت مسیحؑ کی غریبانہ تضرعات اسی عادت اللہ پر دال ہیں اور قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں جناب فخر الرسل ﷺ کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتہالات اسی قانون قدرت کی تصریح کرتے ہیں۔ اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا تو انبیاء اور اولیاء ان مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پاسکتے جو ابتلاء کی برکت سے انہوں نے پائے۔

مزید تحریر فرمایا کہ: اللہ جل شانہ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اس کو نابود کردیوے۔ بلکہ اس غرض سے کرتاہے کہ تا وہ پودا پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اس کے برگ اور بار میں برکت ہو۔

متعدد بار اس بات کا اعادہ فرمایا کہ بشیر اوّل کی وفات کے متعلق متعدد الہامات نے خبر دی تھی۔

خداتعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے:

فرمایا: ”خداتعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں۔

(1) اول یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کرکے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے......کامیابی کی راہیں انہیں پر کھولی جاتی ہیں جو صبر کرتے ہیں۔

(2) دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیّین وائمہ و اولیاء و خلفاہے۔ تا اُن کی اقتداء و ہدایت سے

لوگ راہ راست پر آجائیں اور اُن کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پاجائیں سو خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ اِس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔

پس اول اُس نے قسم اول کے انزال رحمت کے لئے بشیر کو بھیجا تا بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (البقرۃ:156) کا سامان مومنوں کے لئے طیار کر کے اپنی بشیریت کا مفہوم پورا کرے۔ سو وہ ہزاروں مومنوں کے لئے جو اس کی موت کے غم میں محض لِلّٰہ شریک ہوئے بطور فرط کے ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کا شفیع ٹھہر گیا اور اندر ہی اندر بہت سی برکتیں ان کو پہنچا گیا اور یہ بات کھلی کھلی الہام الٰہی نے ظاہر کر دی کہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے وہ بے فائدہ نہیں آیا تھا بلکہ اس کی موت اُن سب لوگوں کی زندگی کا موجب ہوگی جنہوں نے محض لِلّٰہ اس کی موت سے غم کیا اور اُس ابتلا کی برداشت کر گئے کہ جو اُس کی موت سے ظہور میں آیا۔

غرض بشیر ہزاروں صابرین و صادقین کے لئے ایک شفیع کی طرح پیدا ہوا تھا اور اُس پاک آنے والے اور پاک جانے والے کی موت ان سب مومنوں کے گناہوں کا کفارہ ہوگی۔

اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے 10 جولائی 1888ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام **محمود** بھی ہے وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ 20 فروری 1886ء کی پیش گوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اِس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔ منہ۔“

(سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 461 تا 463 حاشیہ)

20 فروری 1886ء کی پیشگوئی دو سعید لڑکوں سے متعلق تھی:

اس عبارت تک کہ ”مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے“ پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی تھی اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔ جیسا کہ الہام

اِنَّآ اَرْسَلْنٰهُ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ كُلُّ شَيْءٍ تَحْتَ قَدَمَيْهِ ۔ سے ظاہر ہوتا ہے یعنی ہم نے اس بچے کو شاہد اور مبشر اور نذیر ہونے کی حالت میں بھیجا ہے اور یہ اس بڑے

مینہ کی مانند ہے جس میں طرح طرح کی تاریکیاں ہوں اور رعد اور برق بھی ہو۔ یہ سب چیزیں اس کے دونوں قدموں کے نیچے ہیں یعنی اس کے قدم اٹھانے کے بعد جو اس کی موت کی طرف اشارہ ہے، ظہور میں آجائیں گی۔ سو تاریکیوں سے مراد آزمائش اور ابتلاء ہیں جو لوگوں کی اس حالت سے پیش آئے اور ایسے سخت ابتلاء میں پڑگئے جو ظلمات کی طرح تھا۔

پھر اسی ترتیب سے اس پیشگوئی کو پورا ہونا شروع ہوا یعنی پہلے بشیر اوّل کی موت کی وجہ سے ابتلاء کی ظلمت وارد ہوئی اور پھر اس کے بعد رعد اور روشنی ظاہر ہونے والی ہے۔اور جس طرح ظلمت ظہور میں آگئی اسی طرح یقیناً جاننا چاہیئے کہ کسی دن وہ رعد اور روشنی بھی ظہور میں آجائے گی جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔جب وہ روشنی آئے گی تو ظلمت کے خیالات کو بالکل سینوں اور دلوں سے مٹادے گی۔

یوں بشیر اوّل کی موت نے جیسا کہ اس پیشگوئی کو پورا کیا ایسا ہی اس پیشگوئی کو بھی جو 20فروری1886ء کے اشتہار میں ہے کہ بعض بچے کم عمری میں فوت ہوں گے۔ نیز اشتہار 20فروری1886ء کی یہ عبارت ”ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے“ میں مہمان کا لفظ درحقیقت اسی لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اس کی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر یہ الفاظ کہ وہ رجس سے بکلی پاک ہے یہ بھی اس کی صغر سنی کی وفات پر دلالت کرتا ہے۔

دو پیشگوئیوں پر ہونے والی نکتہ چینیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

”وہ نکتہ چینیاں یہ ہیں کہ 08اپریل1886ء کے اشتہار میں اس عاجز نے ایک پیش گوئی شائع کی تھی کہ ایک لڑکا اس عاجز کے گھر میں پیدا ہونے والا ہے اور اشتہار مذکور میں بہ تصریح لکھ دیا تھا کہ شاید اسی دفعہ وہ لڑکا پیدا ہو یا اس کے بعد اس کے قریب حمل میں پیدا ہو سو خدا تعالیٰ نے مخالفین کا خبث باطنی اور ناانصافی ظاہر کرنے کے لئے اس دفعہ یعنی پہلے حمل میں لڑکی پیدا کی اور اس کے بعد جو حمل ہوا تو اس سے لڑکا پیدا ہوا اور پیشگوئی اپنے مفہوم کے مطابق سچی نکلی۔اور ٹھیک ٹھیک وقوع میں آگئی مگر مخالفین نے جیسا کہ ان کا قدیمی شیوہ ہے محض شرارت کی راہ سے **یہ نکتہ چینی کی کہ پہلی دفعہ ہی کیوں لڑکا پیدا نہیں ہوا ان کو جواب دیا گیا کہ اشتہار میں پہلی دفعہ کی کوئی شرط نہیں** بلکہ دوسرے حمل تک پیدا ہونے کی شرط تھی جو وقوع میں آگئی اور پیش گوئی نہایت صفائی سے پوری ہوگئی۔

سو ایسی پیش گوئی پر نکتہ چینی کرنا بے ایمانی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ کوئی منصف اس کو واقعی طور پر نکتہ چینی نہیں کہہ سکتا۔

دوسری نکتہ چینی مخالفوں کی یہ ہے کہ لڑکا جس کے بارہ میں پیشگوئی 08 اپریل 1886ء کے اشتہار میں کی تھی وہ پیدا ہوکر صغر سنی میں فوت ہوگیا۔.. خلاصہ جواب یہ ہے کہ آج تک ہم نے کسی اشتہار میں نہیں لکھا کہ یہ لڑکا عمر پانے والا ہوگا اور نہ یہ کہا کہ یہی مصلح موعود ہے۔ بلکہ ہمارے اشتہار 20 فروری 1886ء میں بعض ہمارے لڑکوں کی نسبت یہ پیشگوئی موجود تھی کہ وہ کم عمری میں فوت ہوں گے۔

پس سوچنا چاہیئے کہ اس لڑکے کی وفات سے ایک پیش گوئی پوری ہوئی یا جھوٹی نکلی۔ بلکہ جس قدر ہم نے لوگوں میں الہامات شائع کئے اکثر ان کے اس لڑکے کی وفات پر دلالت کرتے تھے۔ چنانچہ 20 فروری 1886ء کے اشتہار کی یہ عبارت کہ ایک خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ یہ مہمان کا لفظ درحقیقت اسی لڑکے کا نام رکھا گیا تھا اور یہ اس کی کم عمری اور جلد فوت ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ **مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہ کر چلا جاوے** اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہوجاوے اور جو قائم مقام ہو اور دوسروں کو رخصت کرے اس کا نام مہمان نہیں ہوسکتا۔

اور اشتہار مذکور کی یہ عبارت کہ وہ رجس سے (یعنی گناہ سے) بکلّی پاک ہے یہ بھی اس کی صغر سنی کی وفات پر دلالت کرتی ہے اور یہ دھوکا کھانا نہیں چاہئے کہ جس پیش گوئی کا ذکر ہوا ہے وہ مصلح موعود کے حق میں ہے۔ کیونکہ بذریعہ الہام صاف طور پر کُھل گیا ہے کہ یہ عبارتیں پسر متوفی کے حق میں ہیں۔

اور مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس **مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا** اور نیز دوسرا نام اُس کا **محمود** اور تیسرا نام اس کا **بشیر ثانی** بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام **فضل عمر** ظاہر کیا گیا ہے۔

اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرض التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہوگیا ہے پیدا ہوکر پھر واپس اٹھایا جاتا کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے اور بشیر اول جو فوت ہوگیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔

...... سو نبیوں کا ان نادان مکذّبین کی تکذیب سے کیا نقصان ہوا جس کا اب بھی اندیشہ کیا جائے اور اس اندیشہ سے خدائے تعالیٰ کی پاک کارروائی کو بند کیا جائے۔ یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ جو لوگ مسلمان کہلا کر اور کلمہ گو ہوکر جلدی سے اپنے دل میں وساوس کا ذخیرہ اکٹھا کرلیتے ہیں۔ وہ انجام کار اسی طرح رسوا اور ذلیل ہونے والے ہیں جس طرح نالائق اور کج فہم

یہودی اور یہودا اسکریوتی رسوا اور ذلیل ہوئے۔" (سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد2 صفحہ 465 تا 468 حاشیہ)

اسلام میں ایک روحانی اور اعلیٰ درجہ کی خاصیت پائی جاتی ہے:

حضورؑ فرماتے ہیں:

"ایک روحانی اور اعلیٰ درجہ کی اسلام میں خاصیت ہے کہ سچائی سے اس پر قدم مارنے والے مکالمات خاصہ الٰہیہ سے مشرف ہو جاتے ہیں اور قبولیت کے انوار جن میں ان کا غیر اُن کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا ان کے وجود میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک واقعی صداقت ہے جو بے شمار راستبازوں پر اپنے ذاتی تجارب سے کھل گئی ہے۔ ان مدارج عالیہ پر وہ لوگ پہنچتے ہیں کہ جو سچی اور حقیقی پیروی رسول اللہ ﷺ کی کرتے ہیں اور نفسانی وجود سے نکل کر ربانی وجود کا پیراہن پہن لیتے ہیں۔"

(سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد2 صفحہ 468)

آخر پر حضورؑ نے اسلام کے معنیٰ بیان فرمائے ہیں کہ اسلام کے لفظ کا مفہوم ہے کہ اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کے سپرد کر دینا۔ اور اس کے ساتھ ہی "تبلیغ" کے نام سے ایک "پیغام" تحریر فرمایا ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں:

"میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غم خوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان طیار ہوں گے یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے۔

اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا ۔ اَلَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۔"

(سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد2 صفحہ 470)

❁❁❁❁❁

ردّ دہریت

ایک معروف دہریہ کے اعتراضات کے جواب

(وسیمہ اُپل بنت پروفیسر چوہدری رحمت علی مسلم)

Richard Dawkins اور اس کے اعتراضات

کائنات کا وجود اور نظام

اگر ہم رات کو بادلوں سے صاف آسمان پر نظر دوڑائیں تو ہمیں انتہائی سکون اور توازن نظر آتا ہے، کوئی گڑبڑ نہیں بڑا توازن اور تناسب ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر اس کائنات کی اصل وسعت ہے، جس کا اندازہ کرنا اس لئے مشکل ہے کہ ستاروں کی تعداد انسانی سمجھ سے بالاتر ہے۔ ماہر فلکیات اور سائنس دانوں کا اندازہ ہے کہ تقریباً 2 ٹریلین (Trillion) (2،000،000،000،000) کہکشائیں ہیں اور ہر کہکشاں (galaxy) میں کم از کم 400 ملین (400،000،000) ستارے ہیں۔ اور پھر اس کائنات سے پرے (beyond) ایک ایسی لامتناہی کائنات ہے جس کو ہم دیکھ نہیں سکتے۔ ہماری زمین جس spiral galaxy میں ہے اس کا نام milky way ہے۔

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ یقیناً یہ کائنات بہت خوب صورت ہے اس میں سب کچھ حیران کن اور شاندار ہے کوئی خرابی نہیں۔ اس کا بنانے والا بہترین Designer اور اپنے کام میں کامل ہے۔ اس کائنات کی یکسانیت اور ہم آہنگی کے بارے میں نوبل انعام یافتہ پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب نے کہا کہ کائنات Anthropic ہے اس کے بنانے کے لئے جو قوانین تھے اور ان سب چیزوں کے پیچھے جو مقصد تھا وہ دراصل ایک ایسے بہترین اور باشعور انسان کی تخلیق تھی جو اپنے اس عظیم خالق کو سمجھ سکے۔

Mohammad Abdus Salam; 1926-1996

He shared the 1979 Nobel Prize in Physics with Sheldon Glashow and Steven Weinberg for his contribution to the electroweak unification theory

آج کائنات کا علم رکھنے والے سائنس دان تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات میں شروع سے جو بنیادی چار طاقتیں Four fundamental Forces کام کر رہی تھیں ان کی values میں مکمل درستگی precision تھی اور ایسا تناسب مقرر تھا جہاں اگر کوئی Value ذرہ برابر بھی اپنی مقدار سے کم یا زیادہ ہوتی تو ایک ایٹم بھی تخلیق نہ پا سکتا۔

اس لئے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کچھ بھی اتفاقاً تخلیق پا سکتا جیسا کہ دہریوں کا خیال ہے اور مشہور مستشرق رچرڈ ڈاکنز بھی لکھتا ہے کہ کائنات کا کوئی design نہیں ہے بلکہ اس طرح بنی ہے جیسا کہ ایک مور یا اس کی آنکھ جو ڈارون کے وضع کردہ اصول Natural Selection کے تحت تخلیق پا گئی تھی۔

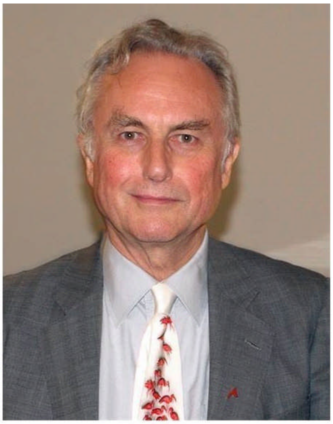

Richard Dawkins (born 26 March 1941)

In 2006, Dawkins published The God Delusion, writing that a supernatural creator almost certainly does not exist and that religious faith is a delusion.

ڈاکنز کا خیال ہے کہ اس دنیا میں جانداروں (جانوروں اور پودوں) میں جو خوبصورتی ہے وہ ایک ایسے design کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جہاں قدرت (nature) خود بخود بہت سی مختلف اور بے ترتیب اشیاء میں سے سب سے اچھی چیز کو چن لیتی ہے یعنی (survival of the fittest)۔

ڈاکنز کے مطابق اگر کائنات کے بننے میں بھی ایسا ہی اصول کام کرتا ہے تو ایک perfect کائنات بن جاتی ہے۔ ڈاکنز کے خیال میں کائنات بننے کے لئے وہ اصول جن کو cosmological constant یا Fine Tuning کہا جاتا ہے وہ بہت کمزور ہیں اور قابل قبول نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ڈاکنز کے دماغ میں ڈارون اور اس کی Natural Selection اتنی بری طرح سوار ہے کہ وہ کائنات میں بھی کئی قسم کی نامناسب چیزوں میں سے ایک the fittest کو منتخب کرنے کا

اصول ہی درست مانتا ہے اور باقی سب کو reject کرتا ہے۔

اصل حقیقت، جس کو سائنس دان تسلیم کرتے ہیں اور پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب نے بھی اسے ثابت کیا ہے، کہ کائنات بننے کے مختلف steps میں Fine tunning تھی اور forces کی انتہائی صحیح اور درست مقدار تھی اور اسی کے نتیجہ میں ایٹم بنے اور پھر molecule اور پھر یہ مل کر chemicals بنے اور پھر ستارے اور کہکشائیں اور ہماری زمین اور ہماری یہ خوبصورت زندگی تخلیق ہوئی۔

جب ہم کائنات کے cyclic Model کا مطالعہ کرتے ہیں اور تمام حالات وواقعات کا جائزہ لیتے ہیں تو سارے عمل میں کسی بہت عظیم ہستی کا ہاتھ نظر آتا ہے جو خالق ہے، مالک ہے اور پھر controller بھی اور ثابت ہوتا ہے کہ کچھ بھی خود بخود نہیں ہو رہا تھا۔ اور نہ ہی یہ سب بلا مقصد تھا۔ کوئی بھی صاحب عقل اور شعور انسان جب اس خوبصورت تخلیق پر غور کرتا ہے تو ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اسے اس تخلیق میں design اور حکمت نظر نہ آئے اور انسان کی زندگی بھی بے کار اور بے مقصد لگنے لگے۔ جس کو تجسس curiosity نہیں وہ پھر انسان کہاں؟ پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب نے کہا تھا:

Curiosity is the basis of higher science, the king of curiosity that keeps providing thought provoking ideas which then in themselves continue to enhance the curiosity.

تجسس میں ہی اعلیٰ درجہ کی سائنس کی بنیاد ہے۔ وہ تجسس جو فکر انگیز خیالات مہیا کرتا رہتا ہے اور اسی کی وجہ سے جستجو اور بڑھتی ہے۔

انسان کو خدا نے شعور کی بلندی پر اسی لئے پہنچایا کہ وہ سوچے سمجھے اور غور کرے۔ دنیا میں موجود تمام جانوروں میں سے خدا تعالیٰ نے انسان کے جسم کی بناوٹ ایسی بنائی کہ رات کو وہ سیدھا کمر پر لیٹ سکتا ہے اور رات کو اندھیرا بنا دیا تاکہ وہ کائنات کی خوبصورتی اور وسعت کو آرام سے دیکھے اور غور کرے کہ یہ سب کیسے تخلیق کیا گیا اور اس کا مقصد کیا ہے۔ کسی بھی جانور کو ایسا جسم ایسا ذہن اور ایسا شعور نہیں دیا گیا بلکہ یہ خاصیت صرف انسان ہی کو ملی ہے کہ اس نے ماضی قدیم سے ہی کائنات پر غور شروع کر دیا جس کی تاریخ مصر کے لٹریچر میں ملتی ہے۔ اس وقت انسان کے خیالات آسمان کے بارے میں محض افسانوی داستانوں (myths) پر مبنی تھے اور انہوں نے ستاروں اور اجرام فلکی کو دیویاں اور دیوتا بنا لیا تھا۔ اور پھر آہستہ آہستہ یہ سوچ ابھری کہ ہماری زمین بھی اسی کائنات کے مرکز میں ہے۔ اور سب کچھ اس کے ارد گرد ہے۔

Ptolemy (بطلیموس) نے آج سے تقریباً دو ہزار سال قبل یہ مؤقف پیش کیا کہ زمین کائنات کے درمیان میں ہے۔ چونکہ یہ ایک حساب دان اور ماہر فلکیات بھی تھا اور جانتا تھا کہ ستارے اور باقی سیارے planets ساکن نہیں ہیں بلکہ گھومتے ہیں مگر اس کے خیال میں ان کی یہ گردش زمین کے گرد تھی۔ اس کو geocentric cosmology کہتے ہیں۔

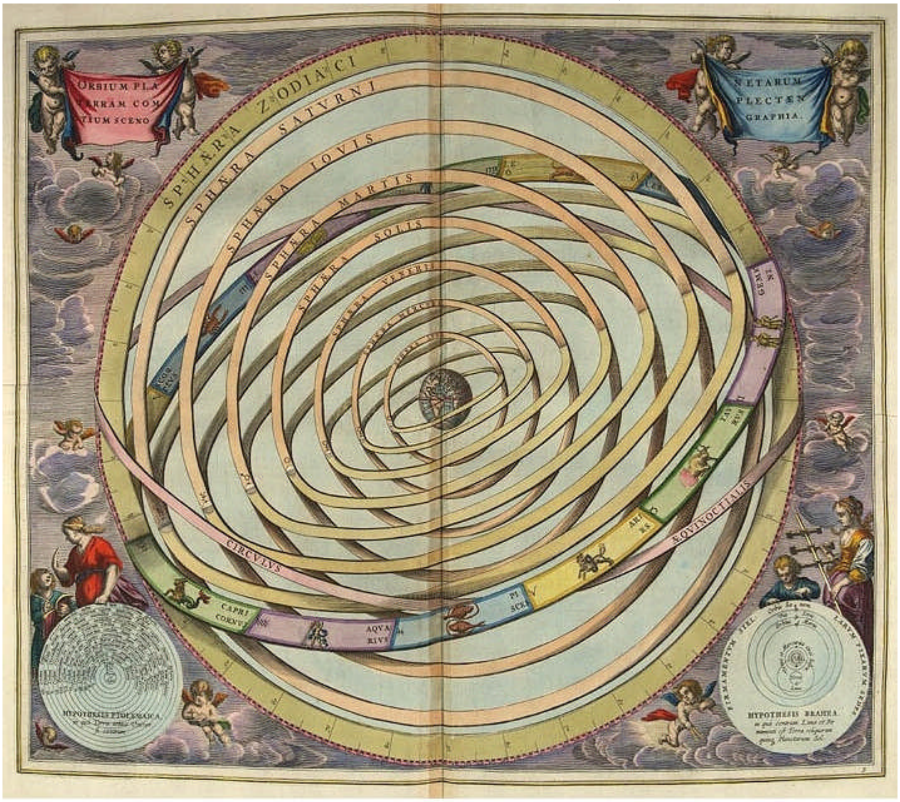

The Ptolemaic system is a geocentric cosmology; that is, it starts by assuming that Earth is stationary and at the center of the universe.

اس غلط نظریئے کو صدیوں تک اسی طرح مانا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ 16ویں صدی میں اٹلی کے ایک ماہر کائنات cosmologist فلاسفر اور علم نجوم کے ماہر astrologist نے یہ نظریہ پیش کیا کہ ستارے دراصل دور دراز سورج ہیں اور ان کے گرد بھی سیارے یا planets گھومتے ہیں اور یہ کائنات لامتناہی ہے۔ اس وقت کے رومن کیتھولک چرچ نے اس پر کفر اور الحاد کا الزام لگایا اور کہا کہ اس کا نظریہ عیسیٰ کے خدا ہونے کے خلاف ہے اور یہ عقیدہ دراصل تثلیث کا بھی انکار ہے۔

اسی طرح اٹلی میں ہی ایک اور مشہور سائنس دان گلیلیو (1564-1642) جو ماہر فلکیات اور فزکس کا ماہر تھا اور

بہت سے سائنسی حقائق سے واقف تھا مثلاً Nicolaus Copernicus (پولش سائنس دان) کے نظریہ سے کہ مختلف planetsسورج کے گرد گھومتے ہیں اور ان کے بھی اپنے چاند ہیں۔

گلیلیو نے telescope کی مدد سے دیکھ کر کوپرینیکس کی تھیوری کو ثابت کیا اور 1632ء میں کتاب لکھی کہ Copernicus کا helicocentric نظریہ یعنی کہ تمام سیارے سورج کے گرد گھومتے ہیں بالکل درست تھا۔ اس پر چرچ مشتعل ہو گیا اور مذہبی جنونیوں نے religious fanatics اپنی عدالت لگا لی اور گلیلیو پر الزام لگایا کہ اس کے خیالات بائبل کی تعلیم کے مخالف ہیں اور بائیبل ہی دراصل سند ہے اور اس کے بالمقابل سائنس کی کوئی وقعت (authority) نہیں ہے۔

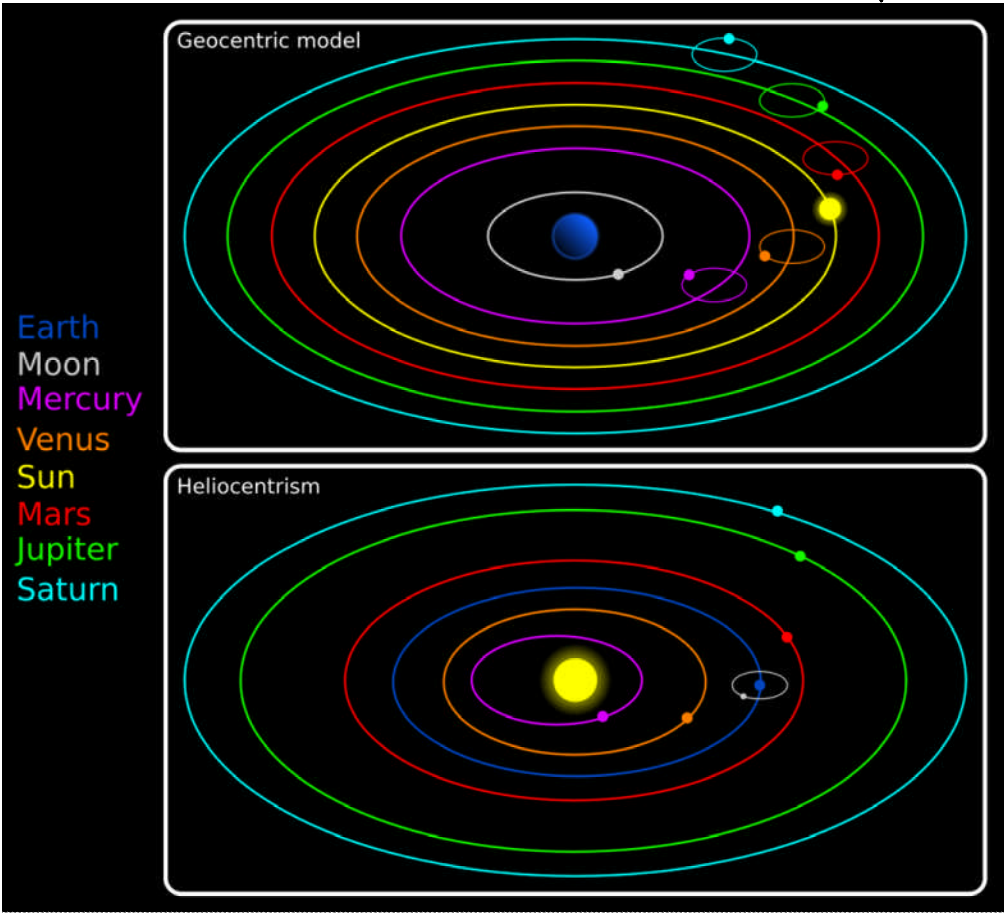

گلیلیو نے اپنا دفاع کرنے کی بہت کوشش کی اور بتایا کہ اس کی تھیوری بائبل کو غلط ثابت نہیں کر رہی ہے۔ نیز یہ دلیل بھی دی کہ بائبل ایک مذہبی اور اخلاق سکھانے والی کتاب ہے نہ کہ سائنس بتانے والی کتاب۔

اس کے برعکس چرچ کے کارندے گلیلیو کو بار بار بلاتے اور وہ ان کے سامنے اپنا نکتہ نظر زبانی اور لکھ کر پیش کرتا اور وضاحتیں دیتا کہ Helicocentric نظریہ بائبل کے مخالف نہیں ہے لیکن چرچ اور پوپ اس کی کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس پر heresy (بدعت) کا الزام لگایا۔ پھر اسے جسمانی سزا دینے کے لئے ڈراتے رہے اور پھر فتویٰ صادر کیا کہ گلیلیو کو قید خانے میں ڈال دو جس کے بعد اسے گھر میں قید کر دیا گیا۔ لیکن اس سزا کو سننے کے بعد گلیلیو نے عدالت میں پھر کہا کہ "Eppur si muove" (And yet it moves) یعنی اور زمین تو پھر بھی گھومتی ہے۔ چرچ کی جنونیت کی وجہ سے اس وقت کے اٹلی میں پھر کسی عقلمند کے ذہن میں سائنسی حقائق بیان کرنے کا خیال نہ آیا۔ چرچ کے اسی رویے سے نالاں لوگوں نے بعد میں پادریوں کے خلاف نفرت کی اور انہی میں سے مذہب کو چھوڑنے والے اور خدا کے منکر پیدا ہوئے جو اس چرچ کا ایجاد کردہ تھا جس نے طاقت اور ظلم سے حقائق کو اور سائنسی نظریات کو دبانے کی کوشش کی۔

گلیلیو کے بعد انگلینڈ میں ایک ذہین سائنس دان نیوٹن پیدا ہوا اور اس نے نہ صرف Heliocentric نظریے کی تائید کی بلکہ calculation یعنی حساب کی رو سے ثابت کیا کہ اجرام فلکی جو اپنے مقررہ رستوں پر چل رہے ہیں اور سورج سے ان کا فاصلہ بھی ایک قانون کے تحت ہے جس کو بعد میں law of universal gravitation کے نام سے بہت اہمیت حاصل ہوئی۔ یہ نیوٹن نے ہی بتایا کہ ایک بہت اہم طاقت gravity کائنات میں اور زمین پر کام کر رہی ہے لیکن ایک Divine Power کے بغیر ان سب اجرام فلکی کا چلنا ممکن نہیں۔ نیوٹن کی ذہانت اور سائنسی حقائق کو دلائل اور حساب calculation کی رو سے ثابت کرنے کی قابلیت کو فزکس سے تعلق رکھنے والے سبھی سائنس دان تسلیم کرتے ہیں۔ یہ وہی سائنس دان تھا جس نے تثلیث کو نہ صرف ردّ کیا بلکہ ایک خدا کی ذات کو کائنات کا controller بتایا جس کا ذکر نیوٹن کی کتاب Isaaci Newtoni Opera Quae exstant Omnia میں ہے جو لاطینی زبان میں ہے۔

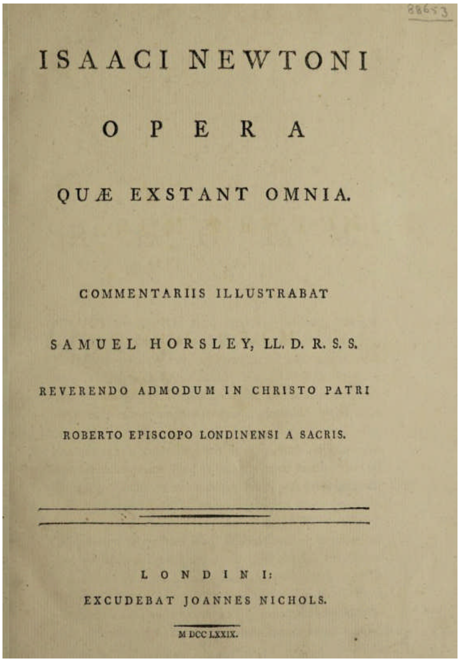
ISAACI NEWTONI
OPERA
QUÆ EXSTANT OMNIA.
COMMENTARIIS ILLUSTRABAT
SAMUEL HORSLEY, LL. D. R. S. S.
REVERENDO ADMODUM IN CHRISTO PATRI
ROBERTO EPISCOPO LONDINENSI A SACRIS.
LONDINI:
EXCUDEBAT JOANNES NICHOLS.
M DCC LXXIX.

Westfall Richard نے 1994ء میں کتاب The Life of Issac Newton میں لکھا کہ نیوٹن کے نزدیک عیسیٰ کو خدا ماننا شرک ہے اور ایک بنیادی گناہ ہے۔ نیز یہ کہ نیوٹن کا مذہب کیا تھا؟ یہ اس نے کسی کو نہ بتایا لیکن نیوٹن یقینی طور پر تثلیث کے خلاف تھا۔

اسی لئے The British Journal for the History of Science کے دسمبر 1999ء کے ایڈیشن میں Snobelen Stephen D نے اپنے مضمون میں نیوٹن کو Nicodemite کہا یعنی وہ جو مروجہ مذہب (یعنی عیسائیت) سے چپکے سے ہٹ کر کسی دوسرے مسلک کو اپنا لے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ نیوٹن نے اپنی عقل اور ذہانت کی بنیاد پر وہ قانون قدرت سمجھ لیا تھا جس کو اس نے gravity کا نام دیا اور اس کی تبدیل نہ ہونے والی values (G) سے بھی دنیا کو روشناس کروایا لیکن جب ذہن خدا کی طرف سے عطا کردہ روشنی سے منور ہوا تو اس نے یہ لکھا:

So then gravity may put the planets into motion but without the Divine Power it could never put them into such a circulating motion.

اگر فلاسفر اور سائنس دان اپنی عقل سے ہی فیصلہ کروائے تو وہ کہے گا سب کچھ خود بخود ہو رہا اور خدا کا انکار کر کے ایک دہریہ رچرڈ ڈاکنز بنے گا۔ مگر نیوٹن کو اسی خدا سے رہنمائی ملی جو کائنات کا خالق اور مالک اور بادشاہ یعنی چلانے والا ہے کیونکہ سچ تو یہ ہے:

عقل کو دین پہ حاکم نہ بناؤ ہرگز
یہ تو خود اندھی ہے گر نیر الہام نہ ہو

کائنات کا بننا اور تمام ستاروں، سیاروں اور دم دار سیارچوں کا اپنے رستوں پر چلنا ایک قانون کے مطابق ہے اس توازن اور خوبصورتی اور صناعی کا ایک Designer ہے اور یہی کائنات کے اصول Cosmological Model of the Universre سے سائنس دانوں نے ثابت کیا ہے جس کے بارے میں اب انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں لکھا جائے گا۔

یہ اصول اپنی ذات میں خدا کی ہستی کے منکروں کو جھوٹا ثابت کرنے کی ایک دلیل ہے اور ہمارے مخاطب رچرڈ ڈاکنز کے اس پہلے اعتراض کا جواب ہے جو اس نے اپنی معروف کتاب The God Delusion میں لکھا ہے کہ اس کائنات کا نہ تو کوئی ڈیزائن ہے اور نہ ہی کوئی designer.

ہم انشاء اللہ اگلے شمارہ میں دکھائیں گے کہ سائنس ثابت کرتی ہے کہ کائنات perfect ہے اور اس کے قوانین

میں ایک عجیب خوبصورتی اور توازن ہے بالکل اسی طرح جس طرح زمین پر زندگی بہت خوبصورت ہے اور ایک تناسب اور توازن رکھتی ہے۔ سائنس کے جو قوانین زمین پر کام کرتے ہیں وہی کائنات میں بھی کارفرما نظر آتے ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ ان دونوں کا ایک ہی خالق ہے اور وہی کنٹرولر بھی ہے۔

❁❁❁❁❁

ہر ایک چیز کی بناوٹ اس کے مناسب حال ہے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ جماعت احمدیہ و مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”دیکھو کہ عقلی طور پر قرآن شریف نے خدا کی ہستی پر کیا کیا عمدہ اور بے مثل دلائل دیئے ہیں۔ جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے: رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی۔ (طٰہٰ: 51)

یعنی خدا وہ خدا ہے کہ جس نے ہر ایک شے کے مناسب حال اس کو پیدائش بخشی۔ پھر اس شے کو اپنے کمالات مطلوبہ حاصل کرنے کے لئے راہ دکھلا دی۔ اب اگر اس آیت کے مفہوم پر نظر رکھ کر انسان سے لے کر تمام بحری اور برّی جانوروں اور پرندوں کی بناوٹ تک دیکھا جائے تو خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ ہر ایک چیز کی بناوٹ اس کے مناسب حال معلوم ہوتی ہے۔ پڑھنے والے خود سوچ لیں کیونکہ یہ مضمون بہت وسیع ہے۔“

(”اسلامی اصول کی فلاسفی“ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 368)

اگر ہر بال ہو جائے سُخَن ور تو پھر بھی ہے شکر اِمکاں سے باہر

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رسالہ ''موازنۂ مذاہب'' کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا:

''ایک (نیا) رسالہ جاری کیا گیا...... تھا۔ یہ ماہانہ رسالہ ہے ''موازنۂ مذاہب'' جو یہاں یوکے سے چھپتا ہے اور اس میں بڑے اچھے علمی اور تحقیقی مضامین ہوتے ہیں۔ لوگوں کو بڑے پسند آرہے ہیں، اس کی ضرورت تھی اور گو اس وقت اس کی تعداد کم ہے لیکن اس کے بارے میں مَیں کہنا چاہتا ہوں جو لوگ اردو پڑھنا جانتے ہیں اُن کو اس رسالہ کا خریدار بننا چاہیئے۔ اس میں کافی اچھے مضامین ہیں بلکہ بعض مضامین کے ترجمے کر کے ریویو آف ریلیجنز میں بھی شائع کئے جا رہے ہیں۔''

(دوسرے دن کا خطاب، جلسہ سالانہ یوکے 2012ء بحوالہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 9 اگست 2013ء صفحہ 2)

Monthly

Muwāzna-e-Madhāhib 02

VOL. 14 ISSUE, 02 Tabligh - 1404 (HS) Shaban February 2025

Editor: Mahfooz Ur Rehman

ISSN 2049 1131

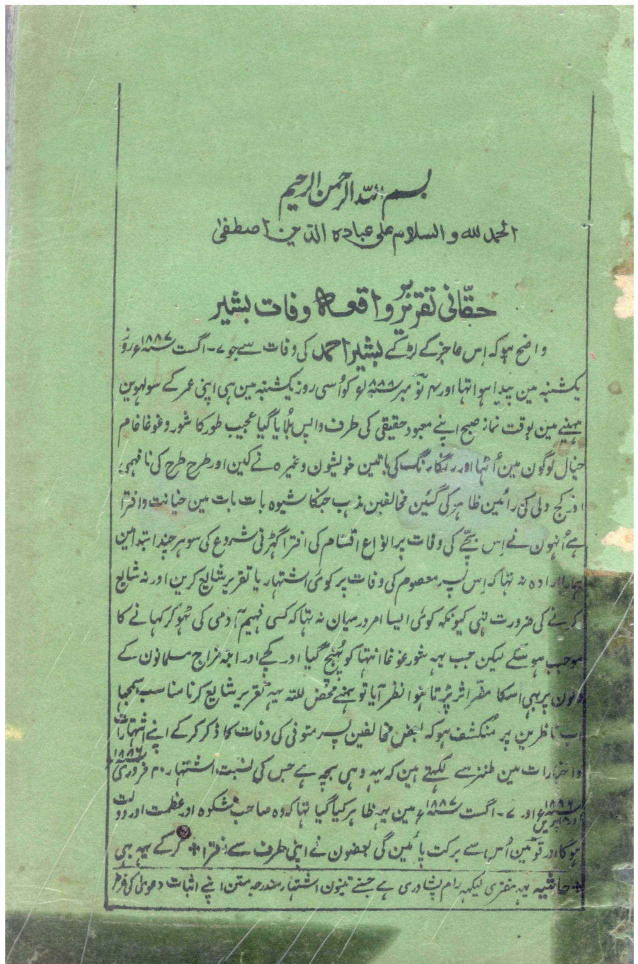

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی

حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر

واضح ہو کہ اس عاجز کے لڑکے بشیر احمد کی وفات سے جو ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء روز
یکشنبہ مین پیدا ہوا تہا اور ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو اُسی روز یکشنبہ مین ہی اپنی عمر کے سولہوین
مہینے مین بوقت نماز صبح اپنے معبود حقیقی کی طرف واپس بُلایا گیا عجیب طور کا شور و غوغا خام
خیال لوگون مین اُٹہا اور رنگارنگ کی باتین خویشون وغیرہ نے کین اور طرح طرح کی نافہمی
اور کج دلی کی رائین ظاہر کی گئین مخالفین مذہب جنکا شیوہ بات بات مین خیانت و افترا
ہے اُنہون نے اِس بچّے کی وفات پر انواع اقسام کی افترا گہڑنی شروع کی سو ہرچند ابتدا مین
ہمارا ارادہ نہ تہا کہ اِس پسر معصوم کی وفات پر کوئی اشتہار یا تقریر شایع کرین اور نہ شایع
کرنے کی ضرورت تہی کیونکہ کوئی ایسا امر درمیان نہ تہا کہ کسی فہیم آدمی کی ٹہوکر کہانے کا
موجب ہو سکے لیکن جب یہہ شور و غوغا انتہا کو پہنچ گیا اور کچے اور ابلہ مزاج مسلمانون کے
دلون پر بہی اسکا مضر اثر پڑتا ہوا نظر آیا تو ہمنے محض للہ یہہ تقریر شایع کرنا مناسب سمجہا
اب ناظرین پر منکشف ہو کہ بعض مخالفین پسر متوفی کی وفات کا ذکر کرکے اپنے اشتہارات
و اخبارات مین طنز سے لکہتے ہین کہ یہہ وہی بچہ ہے جس کی نسبت اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء
و ۸ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء مین یہہ ظاہر کیا گیا تہا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت
ہوگا اور قومین اُس سے برکت پائین گی بعضون نے اپنی طرف سے افترا+ کرکے یہہ بہی

+ حاشیہ یہہ مفتری لیکہرام پشاوری ہے جسنے تینون اشتہار مندرجہ متن اپنے اثبات دعویٰ کی غرض

رسالہ "سبز اشتہار" ایڈیشن اوّل کا عکس۔ تعارف صفحہ 77

Publishers: Additional Wakalat Tasneef

Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, GU9 9PS, UK
Email: office@tasneef.co.uk